اللہ رے یہ وسعتِ آثارِ مدینہ
عالم میں ہیں پھیلے ہوئے انوارِ مدینہ
نفیس

جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ لاہور

نفیس

بیاد
عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرۃ مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ
بانی جامعہ مدنیہ جدید

جلد نمبر ۱۱
سنہ 2003ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

انوار مدینہ

جلد : ۱۱ | صفر المظفر ۱۴۲۴ھ - اپریل ۲۰۰۳ء | شمارہ : ۴

مدیر اعلیٰ

سید محمود میاں

مہتمم جامعہ مدنیہ (جدید) رائیونڈ روڈ لاہور

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۳ روپے	سالانہ	۱۵۰ روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، دبئی	//	۵۰ ریال
بھارت، بنگلہ دیش	//	۶ امریکی ڈالر
امریکہ، افریقہ	//	۱۶ ڈالر
برطانیہ	//	۲۰ ڈالر

○ اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ ماہ ـــــ سے آپ کی مدّتِ خریداری ختم ہوگئی ہے، آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ ـــــ ارسال فرمائیں۔

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

پوسٹ کوڈ : 54000 موبائل : 0333.4249301

فون : 7724581 فون / فیکس : 92-42-7726702

E-mail : jamiamadaniajadeed@hotmail.com

سیّد رشید میاں طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ "انوار مدینہ" نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۷
ڈاکٹر اسرار صاحب کی خدمت میں	حضرت ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب	۱۳
حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ	حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۲۵
جزیرۃ العرب کی اہمیت		۴۰
حفاظتِ دین	حضرت مولانا منیر احمد صاحب	۴۱
فہمِ حدیث	حضرت ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب	۴۶
دارالافتاء	حضرت ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب	۴۹
دینی مسائل		۵۳
تحریکِ احمدیت		۵۸

☆

جامعہ مدنیہ جدید کا موبائل

0333-4249301

☆

E-MAIL ADDRESSES

jamiamadaniajadeed@hotmail.com

islam_fahmedeencourse@hotmail.com

fatwa_abdulwahid1@hotmail.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

۲۰ ر مارچ کو امریکہ و برطانیہ نے کھلی جارحیت کرتے ہوئے عراق پر ایک بار پھر حملہ کر دیا نہتے اور کمزوروں پر دھونس جمانا امریکہ و برطانیہ کا محبوب مشغلہ بن چکا ہے اور جب اس میں اسلام دشمنی کا جذبہ بھی شامل ہو جائے تو اس کے مظاہرہ میں معمولی تاخیر بھی ان قوتوں کو گوارہ نہیں ہوتی اور اس سلسلہ کے تمام اخلاقی اور عالمی ضابطوں کو پامال کر ڈالنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہوتا ہے حقیقت یہ ہے کہ روس کے پارہ پارہ ہونے کے بعد سے ہی امریکہ کو اپنی بقاء کی فکر لاحق ہو گئی ہے اور اسی وقت سے اس نے اپنی بقاء کی جنگ کا آغاز کر دیا ہے اور اس پر یہ حقیقت آشکارہ ہو چکی ہے کہ جس راہ سے روسی قوت سرنگوں ہوئی ہے وہی راہ اس کے زمین بوس ہونے کے لیے ہموار ہوتی چلی جارہی ہے اس راہ کے عبور کرنے میں تاخیر تو ہو سکتی ہے مگر تبدیلی نہیں آسکتی۔ اس حقیقت نے ان صلیبی اور صیہونی قوتوں کا سکون برباد کر کے رکھ دیا ہے اگر مسلم اُمۃ اس موقع پر جرأت واتحاد کا مظاہرہ کرتے ہوئے یک جان ہو جائے تو اس سرکش بھوت کو قابو کرنا بہت آسان ہو جائے گا مگر بدقسمتی یہ ہے کہ مسلم اُمۃ کی قیادت بدمستی اور بزدلی کا شکار ہے ان کو اپنے ذاتی مفادات ہر حالت میں عزیز ہیں تن آسانیاں اور عیاشیاں ان کی طبیعتوں میں رچ بس گئی ہیں اس لیے اُمت کو جہاں کفر کی طاغوتی طاقتوں کے خلاف صف آراء ہونا ہے وہاں سب سے پہلے ان اندرونی منافقین سے نجات حاصل کرنا بھی ضروری ہے دنیا بھر کے مسلم عوام کا اس موقع پر اپنے برادر اسلامی ملک عراق کے ساتھ اظہارِ یک جہتی اور امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے خلاف اظہارِ نفرت حوصلہ افزاء اور قابلِ تحسین ہے مگر اس پر اکتفاء ہماری ذلت وپستی کا علاج نہیں ہے۔ اصل چیز یہ ہے کہ ہم سب اپنی دن

رات کی زندگیوں میں تبدیلی لائیں اور ہر وقت کی گناہ آلودہ زندگی سے سچی توبہ کریں اپنے مذہب سے سچا لگاؤ پیدا کر کے اتباعِ سنت کریں اور کفر کے خلاف جہاد کے لیے تیار ہو جائیں تو پھر اس اجتماعی ذلت کے گڑھے سے انشاء اللہ ہم کو نجات نصیب ہو جائے گی اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت شاملِ حال ہو کر عزت و سر بلندی کے نئے باب کھل جائیں گے۔

ماضی میں جب بھی ضرورت پڑی تو ہمارے بزرگوں اور دارالعلوم دیو بند کے اکابرین نے علمِ جہاد بلند کیا اور اسلام کی خاطر جانی اور مالی ہر قسم کی قربانیاں پیش کیں، کفر کے طاغوت کو پھندا صرف جہاد ہی کے ذریعے لگایا جا سکتا ہے اسی لیے جہاد کے نام سے ہی کفر برانگیختہ ہو جاتا ہے اس کی کوشش ہے کہ جہادی فکر پروان نہ چڑھ سکے اور اس فکر کو پیدا کرنے والے دینی مدارس کے چشموں کو خشک کر دیا جائے دینی مدارس کی اہمیت اور کفر کی ان سے نفرت کا اندازہ ۲۷/مارچ کے روزنامہ نوائے وقت میں چھپنے والے ''وشوا ہندو پریشد'' کے سیکرٹری جنرل پرویز توگریا کے بیان سے لگایا جا سکتا ہے جس میں اس نے کہا ہے کہ ''دارالعلوم دیو بند جہادیوں کا مرکز ہے اسے بند کیا جائے'' پورے بیان کا متن درج ذیل ہے :

> انتہا پسند ہندو تنظیم وشوا ہندو پریشد نے بھارتی حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ دارالعلوم دیو بند کو بند کرے چونکہ دارالعلوم دیو بند جہادیوں کا مرکز ہے اسے مزید کھلا رکھنا ملک کے لیے خطرناک ثابت ہوگا۔ بھارتی خبر رساں ادارے یو این آئی کے مطابق وشوا ہندو پریشد کے سیکرٹری جنرل پرویز توگریا نے کہا ہے کہ دارالعلوم دیو بند سے ملک کے امن و امان کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے چونکہ یہاں سے ہی ملا عمر اور مولانا مسعود اظہر بھی فارغ التحصیل ہیں اور یہ جہادیوں کا مرکز بن چکا ہے۔

حکومت پاکستان کی جانب سے امریکہ کو خوش کرنے کے لیے دینی مدارس کے خلاف مختلف مواقع پر جو کارروائیاں کی گئیں ہیں اور آئندہ کے لیے مزید منصوبہ بندی کی جا رہی ہے اس سے ایک غلط اثر ہندوستان میں بھی دینی مدارس کے خلاف ہندوؤں میں اُبھر رہا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ جب ایک مسلم ملک دینی مدارس کے خلاف کارروائیاں کر سکتا ہے اور انہیں دہشت گردی کے اڈے قرار دے سکتا ہے تو ایک ہندو حکومت بھی اس قسم کی کارروائیوں کا اس سے بڑھ کر حق رکھ سکتی ہے لہٰذا حکومت پاکستان کو حالات کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے دُور اندیشی سے کام لینا چاہیے اور دینی مدارس کے خلاف ہر ایسی کارروائی سے اجتناب کرنا چاہیے کہ کفر اس سے فائدہ اُٹھائے اور دینی مدارس کو نقصان پہنچائے دینی مدارس اسلام کے قلعہ ہیں ان کی حفاظت و ترقی ہر اسلامی حکومت اور ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔

عراق اور دیگر اسلامی ممالک پر رأس الکفر امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی جنگی کارروائیوں کی وجہ سے علماء کرام اور خطباء حضرات اپنی اپنی مساجد میں قنوتِ نازلہ کا اہتمام کریں۔ سہولت کی غرض سے پہلے کی طرح اس بار بھی ہم اس کو ذیل میں درج کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

قنوتِ نازلہ

(دُعاءِ مُصیبت)

حوادث و مصائب اور خاص جنگوں کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز صبح کی آخری رکعت میں قنوت پڑھی اور صحابہ کرامؓ نے بھی خاص خاص حالات میں قنوتِ نازلہ پڑھی ہے اُمّتِ مسلمہ کو اس وقت جو مشکلات درپیش ہیں۔ ان کے پیشِ نظر ہمیں چاہیے کہ پابندی سے جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں اور صبح کے فرضوں کی آخری رکعت میں رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑ کر اس دُعاء کو امام آواز سے پڑھے اور مقتدی آہستہ آہستہ آمین کہتے رہیں۔ دعا کے بعد اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں چلے جائیں اس دعاء کے الفاظ موجودہ حالات میں جو مناسب ہیں وہ درج ذیل ہیں۔ ان میں اگر کسی کلمہ کی تکرار کرنی چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ یا بغرض اختصار ان کلمات میں اگر کوئی کمی کرنا چاہیں تو کمی بھی کی جا سکتی ہے۔ اگر خدانخواستہ زیادہ شدید حالات ہوں تو قنوت سب جہری نمازوں میں بھی پڑھی جا سکتی ہے۔ (حضرۃ مولانا سیّد) حامد میاں غفرلہٗ (رحمہ اللہ تعالیٰ)

اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا فِیْمَنْ ھَدَیْتَ، وَعَافِنَا فِیْمَنْ عَافَیْتَ، وَتَوَلَّنَا فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِکْ لَنَا فِیْمَا اَعْطَیْتَ، وَقِنَا شَرَّمَا قَضَیْتَ، فَاِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَایُقْضٰی عَلَیْکَ وَاِنَّہٗ لَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ وَلَا یَزِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ، تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ نَسْتَغْفِرُکَ وَنَتُوْبُ اِلَیْکَ، اَللّٰھُمَّ انْصُرِ الْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَاَنْجِزْ وَعْدَ وَکَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ، اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ ذَاتَ بَیْنِھِمْ وَاَلِّفْ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ وَانْصُرْ ھُمْ عَلٰی عَدُوِّکَ وَعَدُوِّھِمْ اَللّٰھُمَّ الْعَنِ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی وَالْمُشْرِکِیْنَ وَالظّٰلِمِیْنَ الْمُفْسِدِیْنَ الَّذِیْنَ یَمْنَعُوْنَ مَسَاجِدَ کَ

اَنْ یُّذْکَرَ فِیْهَا اسْمُکَ وَیَسْعَوْنَ فِیْ خَرَابِهَا وَیُقَاتِلُوْنَ اَوْلِیَا ءَ کَ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِکَ وَیُکَذِّبُوْنَ رُسُلَکَ،اَللّٰهُمَّ دَمِّرْ دِیَارَهُمْ، اَللّٰهُمَّ خَالِفْ بَیْنَ کَلِمَتِهِمْ وَ فَرِّقْ جَمْعَهُمْ وَشَتِّتْ شَمْلَهُمْ وَزَلْزِلْ اَقْدَامَهُمْ وَاهْزِمْ جُنْدَ هُمْ وَاَلْقِ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ وَالْفَشَلَ،اَللّٰهُمَّ عَلَیْکَ بِاَشِدَّآئِهِمْ فَخُذْهُمْ اَخْذَ عَزِیْزٍ مُّقْتَدِرٍ،اَللّٰهُمَّ انْصُرْ عَسَاکِرَ الْمُسْلِمِیْنَ فِی جَزِیْرَةِ الْعَرَبِ وَالْعِرَاقِ وَ اَفْغَانِسْتَان وَ فَلَسْطِیْنَ،وَکَشْمِیْرِوَّسَآئِرِ بَاکِسْتَان وَفِیْ جَمِیْعِ الْعَالَمِ بِحَقِّ فُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِیْنَ وَاشْدُدْ وَطْأَتَکَ عَلٰی مَنْ قَاتَلَهُمْ مِنَ الْیَهُوْدِ وَالنَّصَارٰی وَالْمُشْرِکِیْنَ وَالظَّالِمِیْنَ الْمُفْسِدِیْنَ وَاَنْزِلْ بِهِمْ بَأْسَکَ الَّذِیْ لَاتَرُدُّهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ،اَللّٰهُمَّ لَا تُعَامِلْنَا بِمَا نَحْنُ اَهْلُهٗ،وَعَامِلْنَا بِمَا اَنْتَ اَهْلُهٗ اَنْتَ اَهْلُ التَّقْوٰی وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ وَالْمَنِّ وَالْفَضْلِ وَالْاِحْسَانِ، وَصَلِّ عَلٰی اَحَبِّ خَلْقِکَ اِلَیْکَ وَاَکْرَمِهِمْ لَدَیْکَ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی عَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی.

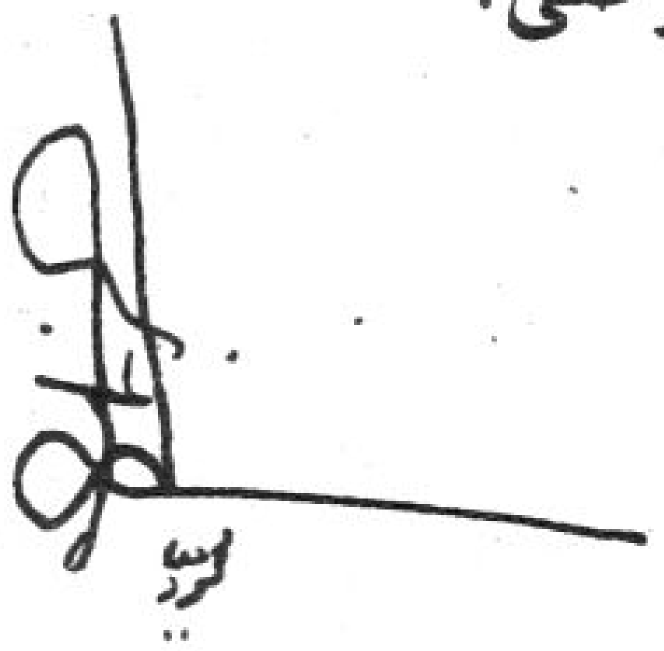

مولای صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلھم

درسِ حدیث

حضرتِ اقدس پیرو مرشد مولانا سید حامد میاں صاحب رحمہ اللہ کی مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ کے زیرِ انتظام ماہ نامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اس فیض کو تاقیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

شہادت کی پیشین گوئی پر نبی علیہ السلام کے آنسو، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی دعوت دینے والوں میں صحابہ کرام اور اہلِ بیعت رضوان بھی تھے جب حضرت معاویہؓ کا دور آیا تو انہوں نے وہی کیا جو حضرت علیؓ فرماتے تھے حضرت عثمانؓ کے تمام قاتل موقع پر ہی مارے گئے تھے

یزیدیوں کا اشکال اور اس کا جواب

تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب

(کیسٹ نمبر ۳۹ سائیڈ بی/۸۴-۹-۷)

الحمد للّٰہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ سیّدنا و مولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین اما بعد!

وعن ام الفضل بنت الحارث انها دخلت على رسول الله ﷺ فقالت يا رسول الله انى رأيت حلما منكرا الليلة قال وما هوقالت انه شديد قال وما هوقالت رأيت كانّ قطعة من جسدک قطعت ووضعت فى حجرى فقال رسول الله ﷺ رايتِ خيرا تلد فاطمة انشاء الله غلاما يكون فى حجرک فولدت فاطمة الحسين فكان فى حجرى كما قال رسول الله ﷺ فدخلت يوما على رسول الله ﷺ فوضعته فى حجره ثم كانت منى التفاتة فاذا عينا رسول الله ﷺ تهريقان الدموع قالت فقلت يانبى الله بابى انت وامى مالک قال اتانى جبرئيل عليه اسلام فاخبرنى ان امتى ستقتل ابنى هذا فقلت هذا قال نعم واتانى بتربة من تربته حمراء.

(رواه البيهقى بحوالة مشكوة شريف ص ۵۷۲)

حضرت آقائے نامدار ﷺ کی زوجہ مطہرہ تھیں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا تو اُن کا بھی واقعہ ہے اور دوسرا واقعہ حضرت اُم فضل بنت حارث کا ہے اور تیسرا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے۔ حضرت اُم فضل تو فرماتی ہیں کہ میں ایک دفعہ جناب رسول ﷺ کے پاس گئی وہاں جا کر انھوں نے کہا میں نے آج جو خواب دیکھا ہے وہ بڑا بُرا ہے دریافت فرمایا کہ کیا ہے وہ؟ تو کہنے لگیں انه شديد وہ بہت سخت ہے تو دریافت فرمایا آپ نے وماھو کیا ہے آخر؟ کہنے لگیں میں نے ایسے دیکھا ہے کہ جیسے جناب کے جسم مبارک کا کوئی حصہ کٹ گیا ہے وہ میری گود میں آگیا ہے۔ اب جسمِ اطہر کو اس طرح سے کٹا ہوا دیکھنا ایک مسلمان کے لیے بہت عجیب سی بات تھی اور تکلیف دہ بات تھی اور یہی اُن کے ذہن میں تھی اسی کو وہ کہتی تھیں کہ بہت سخت ہے وہ خواب یعنی گراں گزرتا ہے تو آقائے نامدار ﷺ نے ارشاد فرمایا رائیتِ خیرا تم نے یہ اچھا خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر یہ ہے کہ تلد فاطمة انشاء الله غلاما انشاء اللہ فاطمہؓ کے بچہ ہوگا يكون فى حجرك اور وہ تمہاری گود میں آئے گا یہ اس کی تعبیر ہے اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فرزند تولد ہوئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ۔ وہ فرماتی ہیں فكان فى حجرى واقعی ایسے ہی ہوا وہ میری گود میں رہتے۔ كما قال رسول الله ﷺ جیسے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔ یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ہیں رسول اللہ ﷺ کی چچی ہیں کہتی ہیں کہ انہی دنوں میں جب میں ان کی پرورش کر رہی تھی وہ میرے گود میں تھے ایسے ہوا ایک دن کہ میں آقائے نامدار ﷺ کی خدمت میں گئی اور جا کر میں نے اس بچے کو ان کی گود میں رکھ دیا وہ کہتی ہیں کہ میں ذرا اِدھر اُدھر متوجہ ہوئی اور پھر مُڑ کر دیکھا تو جناب رسول اللہ ﷺ کی مبارک آنکھوں میں آنسو تھے کہنے لگی میں نے کہا یا نبی الله بابى انت وامى مالك کیا بات ہوئی تو ارشاد فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے تھے انھوں نے مجھے یہ بتایا کہ میری اُمت میرے اس بیٹے کو عنقریب مار دے گی۔ فقلت هذا میں نے پوچھا اسے قال نعم تو جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ ہاں اسے۔ واتانى بتربة من تربته حمراء جہاں یہ شہید ہوں گے وہاں کی مٹی بھی دکھائی انھوں نے مجھے، کہ یہ ہے مٹی سُرخ رنگ کی جیسے خون سے متاثر ہو کر مٹی کا رنگ ہو جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ ہوا تھا کہ ان کی رائے یہ تھی کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کوفہ نہ جائیں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا جانا جو تھا جیسے میں نے عرض کیا وہ اہلِ کوفہ کے بلانے پر تھا۔

اہلِ بیعتِ رضوانؓ نے بھی آپ کو کوفہ آنے کی دعوت دی تھی :

اہلِ کوفہ میں بُلانے والوں میں صحابہ کرامؓ بھی تھے بلکہ ایسے بڑے صحابی بھی تھے جو اہلِ بیعتِ رضوان تھے بیعتِ رضوان والوں کے بارے میں بڑی فضیلت آئی ہے ابنِ تیمیہؒ نے بھی لکھا ہے هؤلاء لايدخل النار منهم

احد. یہ لوگ ایسے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی جہنم میں نہیں جائے گا۔ قرآن پاک میں بھی آیا ہے لقد رضی اللّٰہ عن المؤمنین اذیبایعونک تحت الشجرۃ فعلم مافی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم یہ سُورہ انافتحنا میں چھبیسویں پارہ میں اللہ تعالیٰ کی ان سے خوشنودی کی بشارت ہے اور اللہ تعالیٰ جس سے خوش ہوجائیں جس پر رحمت کی نظر فرمالیں تو اُسے پھر عذاب نہیں ہوتا یعنی اُس سے اللہ تعالیٰ ایسے کاموں کی قوت سلب کر لیتے ہیں جو اُس کی ناراضگی کا سبب بنے اُس سے ایسے بُرے کام ہوتے ہی نہیں۔

حدیث شریف کی اہم تشریح :

اسی طرح بدر کے بارے میں بھی ہے اعملوا ماشئتم قد غفرت لکم جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا۔ اب جو چاہو کرو میں یہ بات آتی ہے گویا انہیں ہر گناہ کی بھی اجازت دے دی گئی یہ بات نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہ کی قوت کم کردی اور نیکی کی قوت غالب کردی کہ وہ کر ہی نہیں سکیں گے ان کا دل ہی نہیں چاہے گا بُرائی کرنے کو میں نے تمہیں بخش دیا تو اسی طرح ہوا بھی کہ صحابہ کرامؓ جو اہلِ بدر وغیرہ تھے اُن کے بارہ میں یہ ہے اللہ تعالیٰ نے اُن سے ایسے کام نہیں کروائے کہ جو ناراضگی کا سبب بنتے ہوں۔ بڑی تعداد تو اُن کی شہید ہی ہوئی، یمامہ میں اور دوسری جگہوں پر جگہ جگہ جہاد پر جاتے رہے بہت بڑی تعداد کے بارے میں یہی ہے کہ وہ جہاد میں شہید ہوئی ہے۔

اب اُن کو بلانے والوں میں اہلِ بیعت رضوان بھی تھے سلیمان ابن صُرَد ہیں رضی اللہ عنہ انھوں نے بلایا ہے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی رائے یہ ہوئی کہ میں ان کے بلانے پر چلا جاتا ہوں باقی حالات جو ہیں وہ بعد میں دیکھ لیے جائیں گے کہ کیا ہوتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ رائے دی تھی کہ وہاں جائیں ہی نہیں تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ انھوں نے اُس رائے کو تو نہیں مانا تو نہ ماننے کی وجہ ان کے ذہن میں یہی ہوگی کہ میں جارہا ہوں تو اس طرح جارہا ہوں کہ بیوی بچے، عورتیں یہ سب ساتھ ہیں گھر والے ساتھ ہیں میں کوئی لڑائی کے ارادے سے نہیں جا رہا تو خرابی ہوگی بھی تو کوئی حرج نہیں ہوگا ایسی (زیادہ) خرابی پیدا نہیں ہوسکتی کیونکہ عورتوں کو مارنا اور جو ہتھیار نہ اُٹھائے اس کو مارنا یہ نہیں ہے اسلام میں یہ اسلام کے خلاف ہے باغیوں پر بھی ہتھیار اُٹھانے میں پہل نہیں کی جاتی، اور اگر باغی بغاوت کر رہا ہو اور اُس کی بغاوت مسلح نہ ہو تو ہتھیار نہیں اُٹھائے جائیں گے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو جو کارروائیاں کی ہیں اور جو احکام دیئے اپنی فوج والوں کو ان میں یہ بھی تھا کہ اگر کوئی آدمی ہتھیار ڈال دے تو اسے چھوڑ دو بھاگ جائے اسے چھوڑ دو زخمی ہوجائے مرہم پٹی کرو، گھر میں (بھاگ کر) چلا جائے تو چھوڑ دو پیچھا ہی نہ کرو۔

جب حضرت معاویہؓ کا دور آیا تو انہوں نے وہی کیا جو حضرت علیؓ فرماتے تھے :

ان کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کیا ہے اُن سارے لوگوں کو جو قاتلینِ عثمان (کے ساتھ سازش) میں شامل تھے اور کیا کیا تھا اُن سب کو انھوں نے کسی کو بھی سزا نہیں دی چھوڑ دیا۔ اس وقت تو مطالبہ کر رہے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہ قاتلینِ عثمان کو ہمارے حوالے کرو وغیرہ لیکن بعد میں جب اُن کا دورِ حکومت آیا تو ان کی سمجھ میں وہی بات آئی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ان سے انتقام لینا بدلہ لینا یہ ممکن نہیں ہے اور باغیوں کے احکام جدا ہوتے ہیں۔ باغی اگر پورا ایک گروپ ہو گیا ایک جماعت ہو گئی قبیلہ ہو گیا بہت سے قبیلے ہو گئے بہت بڑا ایک علاقہ ہو گیا تو اس سارے علاقے کو ختم کیا جائے یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ اس سے تو شر کبھی ختم نہیں ہوگا جنگ چھڑ جائے گی اور عداوتیں بڑھیں گی۔

اصلی قاتل موقع پر ہی مارے گئے تھے :

ہاں جو بعینہٖ قاتلین تھے وہ خود سارے مارے گئے وہیں، ان میں سے کوئی نہیں بچا۔ اب رہے کہ جس گروپ کے وہ تھے ان گروپوں کو بھی مارو ساروں کو تو وہ تو بہت بڑا علاقہ بن جاتا تھا ان سارے علاقے والوں سے لڑو سارے قبیلوں سے لڑو یہ غلط ہے تو جو انھوں نے اپنے دور میں کیا تھا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی وہی کیا اپنے دور میں۔

سفر مؤخر نہ کرنے کی حکیمانہ توجیہہ :

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یہ دو زمانے دیکھے اپنے باپ کا معاملہ دیکھا اور جس سے باپ کا مقابلہ تھا اس کے دور میں اٹھارہ یا بیس سال گزارے یا بائیس سال گزارے انھوں نے بھی یہی کیا تو ان کے ذہن میں اس طرح کی کوئی بات تھی ہی نہیں اور یہ طرزِ حکومت جو یزید کے دور میں اختیار کیا گیا ہے پہلے نہیں تھا حضرت معاویہؓ نے نہیں کیا اب بعد میں بیٹا آیا ہے ان کا، تو اُسے بھی وہی کرنا چاہیے تھا جو اُس کے والد کرتے تھے۔ اس سے ہٹ کر تشدد اور سختی اور خونریزی اس کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی اُس سے، تو یہ حادثہ پہلا ہی پیش آ رہا ہے اس کے برسرِ اقتدار آنے کے بعد، سب سے پہلا قصہ یہی ہے اس سے پہلے کوئی ہوا ہی نہیں ایسا واقعہ جس پر قیاس کیا جائے کہ یزید جو ہے ایسا ہے کہ بالکل پروا نہیں کرے گا اور اس کے جو حکام ہیں وہ بھی ایسے ہی ہیں کہ وہ کسی کی بھی پروا نہیں کریں گے اور خونریزی میں بیباک ہوں گے کیونکہ کوئی واقعہ ایسا پیش نہیں آیا تھا اس وقت تک، اس لیے یہ لوگ روانہ ہو گئے۔

یزیدیوں کے اشکال کا جواب :

اچھا اس میں یہ اشکالات پیدا کرتے ہیں لوگ کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ سے جن تاریخوں میں روانہ ہوئے تو اس تاریخ سے لے کر ان کی شہادت تک یہ تقریباً ایک مہینہ اور چند روز بنتے ہیں تو اتنے عرصہ میں اتنا فاصلہ طے نہیں کیا جا سکتا جو کہ سات سو میل یا آٹھ سو میل بنتا ہے تو یہ بات درست نہیں ہے، فاصلے تو کافی کافی لشکر بھی بہت جلدی طے کر لیتے ہیں جیسے کہ بدر کا واقعہ آپ نے بہت سنا ہوگا پڑھا ہوگا یہ حضرت ابوسفیان کافروں کا قافلہ لیے ہوئے شام سے واپس آرہے تھے ان کی سی آئی ڈی نے خبر دی کہ مدینہ منورہ سے جب گزرو گے مکہ مکرمہ جانے کے لیے گویا شمال سے آرہے تھے اور جنوب کی طرف جا رہے تھے درمیان میں مدینہ شریف آتا تھا وہاں سے گزر کر جنوب میں مکہ مکرمہ پہنچنا تھا تو ان (ابوسفیان) کو جب اطلاع ملی اپنے مخبر سے تو انہوں نے فوراً مکہ مکرمہ آدمی بھیج دیا اب یہ ادھر ہیں مدینہ منورہ درمیان میں ہے اُدھر مکہ مکرمہ جنوب میں اور ٹیلی فون بھی نہیں تار بھی نہیں کوئی ذریعہ نہیں تو اس نے خبر دی جا کر مکہ مکرمہ میں کہ ایسے ہمارا قافلہ جو ہے وہ نہیں بچے گا وہ لوٹ لیا جائیگا اور مکہ والوں نے وہ خبر سُنتے ہی تیاری کی اور ایک ہزار آدمی تیار کر لیے جو مسلح تھے اور کیل کانٹے سے لیس وہ لوگ وہاں سے روانہ ہوئے اور بدر کے مقام پر آگئے جو مدینہ منورہ سے کوئی ستر (۷۰) میل کے فاصلہ پر ہے وہاں آگئے اس مقام سے اس قافلے کو گزرنا تھا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے جو ارادہ فرمایا اُس میں اتنی عُجلت کی کہ خود صحابہ کرام نے کہا کہ جناب ہم اپنا ساماں لے آئیں گھروں میں جا کر پھر روانہ ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے اُن کا انتظار نہیں فرمایا بہت سے صحابہ کرام وہاں شامل نہیں ہو سکے نہیں جا سکے کیونکہ آپ نے اس وقت روانہ جو ہونا تھا وہ ابوسفیان کے قافلے کے لیے روانہ ہونا تھا اب صرف مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کا جو فاصلہ ہے وہ تین سو میل کا ہے تو یہ کارروائیاں کتنی جلدی جلدی ہو رہی ہیں۔ اب رسول اللہ ﷺ جب پہنچے ہیں بدر کے مقام پر تو معلوم یہ ہوا کہ قافلے نے تو راستہ بدل لیا ہے، لمبا راستہ اختیار کر کے وہ سمندر کے کنارے کنارے چلا جائے گا جو گویا ''جدہ'' کی طرف راستہ جاتا ہے تو ایسے سمجھ لیجیے بدر سے دو سو میل کا فاصلہ ہے مکہ مکرمہ کا اور جب رسول اللہ ﷺ صرف ستر میل کا فاصلہ طے کر کے بدر پہنچے ہیں تو آپ سے پہلے یہ مکہ والے (دو سو میل کا فاصلہ طے کر کے) پہنچ چکے تھے اور بدر کے مقام پر بہتر جگہ چن چکے تھے پھر رسول اللہ ﷺ نے مشورہ کیا ہے کہ کیا رائے ہے ابھی ہم ان کے سامنے نہیں گئے اگر رائے ہو تو لڑیں اور رائے نہ ہو تو واپس چلے جائیں۔ سامنے جانے کے بعد پیچھے ہٹنا یہ تو ٹھیک نہیں ہوتا۔ ابھی ہم سامنے نہیں ہیں ان کا فاصلہ ہے ہم سے تو وہاں جمع کر کے مشورہ لیا تو صحابہ کرام نے مشورہ دیا کہ نہیں، لڑیں گے۔ اب قافلوں کی رفتار آپ دیکھ لیں کہ کتنی تھی۔ فوجوں کی رفتار کیا تھی وہ تو بہت تیز بنتی ہے اسی طریقہ پر جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک بہت بڑے قافلے کے

ساتھ سفر کیا حج کا حجۃ الوداع جسے کہا جاتا ہے اور اس میں اعلان فرمایا تھا کہ اس میں زیادہ سے زیادہ لوگ شامل ہوں تا کہ اپنے اپنے جو مناسک اور عبادتوں کے طریقے جو اسلام نے بتلائے ہیں جو اصلاحات کی ہیں وہ سب سیکھ جائیں تو صحابہ کرام زیادہ سے زیادہ تعداد میں شامل ہو گئے جناب رسول اللہ علیہ السلام کے ساتھ حج کرنے کے لیے۔

زیادہ لوگ ہونے کی حکمت :

اس لیے زیادہ لوگ ہوں گے تو مسئلے زیادہ پیش آئیں گے تو سب طرح کے مسائل لوگوں کے علم میں آجائیں گے۔ تو رسول اللہ علیہ السلام جب روانہ ہوئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں **موافین لھلال ذی الحجہ** ذی الحجہ کا چاند ہونے ہی والا تھا جو ہم روانہ ہوئے ہیں مدینہ منورہ سے اب یہ قافلہ ہے جس میں عورتیں بھی تھیں عورتوں کو بھی آپ نے ساتھ لیا تھا ایک عورت سے دریافت فرمایا کہ تم ہمارے ساتھ حج کیوں نہیں کرتیں۔ انھوں نے کہا کہ ہمارے پاس اُونٹنی تھی اور وہ لے گیا فلاں یعنی میرا شوہر لے گیا ہے تو اب ہمارے پاس سواری کا انتظام نہیں ہے اس لیے میں کچھ معذوری سی ہوں تو رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھا پھر ایسے کرنا جب رمضان آئے تو تم عمرہ کرنا۔ رمضان میں عمرہ جو ہے اس کا ثواب حج کے برابر ہو جاتا ہے۔ تو عورتیں بھی ساتھ تھیں۔ اب یہ روانہ ہوئے یہاں سے تو چھبیس تاریخ تھی ذی قعدہ کی جو روانہ ہوئے ہیں اور ارشاد فرماتی ہیں (عائشہؓ) کہ **صبیحۃ رابعۃ مھلین** تلبیہ کہتے ہوئے چوتھی کی صبح ہم مکہ مکرمہ پہنچے ہیں گویا تین دن وہ ہوئے اور چار دن یہ بس اس سے زیادہ نہیں بنتے تو سات دن میں انھوں نے سفر کیا ہے تین سو میل کا اور اگر شارٹ کٹ سے کیا ہو تو اس سے کچھ کم بن جائے گا تو اس زمانے میں سفر کی رفتار جو تھی وہ کافی تیز (بھی ہوتی) تھی تو اس میں یہ کہنا کہ اگر وہاں سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے تو کس طرح سے ایک مہینے میں پہنچے تو میں نے عرض کیا کہ واقعات جو ہیں اگر تاریخ دیکھی جائے اور حدیث پڑھی جائے تو اس میں تو یہ ہے کہ چھبیس ذی قعدہ کو روانہ ہو رہے ہیں اور چوتھی ذی الحجہ کو صبح پہنچ گئے مکہ مکرمہ **صبیحۃ رابعۃ مھلین** تلبیہ کہتے ہوئے اور یہ بہت بڑا قافلہ ہے جس میں مردوں کے سوا عورتیں بھی ہیں بچے بھی ہیں (جبکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قافلہ اس کے مقابلہ میں بہت ہی مختصر تھا) اسی طرح بدر کے موقع پر میں نے عرض کیا کہ ابو سفیان کو مخبری ہوتی ہے اور مُخبر اُدھر سے مکہ مکرمہ پہنچتا ہے اب یہ شامل ....

افسوس کسی وجہ سے درس یہاں تک ٹیپ ہو سکا باقی درس ٹیپ نہ ہو سکا بات اگرچہ مکمل ہو گئی ہے مگر کسی حد تک تشنگی باقی رہ گئی۔ ممکن ہے آئندہ کسی درس میں یہ تشنگی دور ہو جائے۔

ڈاکٹر اسرار صاحب کی خدمت میں
جواب آں غزل

☆

﴿ حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب ﴾

بسم اللہ حامدا ومصلیا ۔ لاہور میں ۹ر دسمبر ۲۰۰۲ء کی ایک تقریب میں جس میں ڈاکٹر اسرار صاحب بھی موجود تھے اور تقریر کر چکے تھے نوائے وقت کے مجید نظامی صاحب نے اپنی تقریر کے دوران کہا کہ ''ڈاکٹر اسرار صاحب ایک جانب اقبال کے شیدائی ہیں تو دوسری جانب مولانا مدنی کے پیروکار ہیں حالانکہ مدنی، اقبال، قائداعظم اور پاکستان کا مخالف تھا۔'' مجید نظامی صاحب کی تقریر کے بعد ڈاکٹر اسرار صاحب نے مجید نظامی صاحب کے سامنے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے کہا کہ ''میں مولانا مدنی کا پیروکار نہیں ہوں''۔ جس پس منظر میں اور جن حالات میں ڈاکٹر اسرار صاحب نے یہ الفاظ کہے ان سے جیسا کہ ہم آگے تفصیل سے ذکر کریں گے مولانا مدنی سے مکمل براءت کا اظہار ہو رہا تھا اس لیے جامعہ مدنیہ جدید کے مہتمم مولانا محمود میاں نے جنوری کے ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' میں بجاطور پر ڈاکٹر اسرار صاحب کی گرفت کی اور لکھا کہ حضرت شیخ الہندؒ کے مسلم جانشین ان کی روایات کے امین مولانا حسین احمد مدنیؒ سے بیزار ہو کر ڈاکٹر (اسرار) صاحب اپنے کو حضرت شیخ الہندؒ کی تحریک سے کیسے وابستہ کر سکتے ہیں؟

اس کے جواب میں فروری کے ''میثاق'' میں ڈاکٹر اسرار صاحب نے تحریکِ آزادئ ہند میں حضرت شیخ الہند ؒ کے اصل جانشین مولانا مدنیؒ کو نہیں مولانا ابوالکلام آزادؒ کو قرار دیا، لکھتے ہیں :

> ''بہرحال تحریکِ آزادی ہند دفاع خلافت عثمانیہ اور تحریک احیاء وغلبۂ دین کے ضمن میں حضرت شیخ الہندؒ کے اصل جانشین مولانا مدنیؒ نہیں مولانا آزادؒ تھے''۔

نیز لکھتے ہیں :

> ''زہد و ورع اور استخلاص وطن اور دارالعلوم دیوبند میں درس وتدریس کے میدان میں ان کے جانشین کی حیثیت مولانا مدنیؒ کو حاصل ہوئی اور یہ میرے نزدیک ایک بہت بڑی تاریخی غلطی تھی''۔

بات فقط اسی تک رہتی کہ وہ اپنے طبعی رجحان سے یا مثبت دلائل سے خواہ وہ کتنے ہی کمزور ہوتے مولانا مدنیؒ کو شیخ الہندؒ کا جانشین نہیں سمجھتے تو قابلِ برداشت تھا لیکن جب وہ اپنے دعوے کے اثبات کے لیے سرے سے باطل دلائل کا زور لگائیں تو یہ بات کسی بھی اعتبار سے قابل برداشت نہیں۔

اپنے اس دعوٰی پر جو دو باطل دلیلیں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے دی ہیں وہ یہ ہیں :

(۱) ہندوستان واپسی پر حضرت شیخ الہندؒ نے اپنے خطبات کی تحریر مولانا مدنیؒ سے نہیں بلکہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ سے کرائی (خطبہ علی گڑھ کی بھی اور دوسرے سالانہ اجلاس جمعیت علمائے ہند کے خطبہ صدارت کی بھی)۔

(۲) دوسرے سالانہ اجلاس میں امام الہند کا خطاب دے کر جس شخص کی بیعت پر علماء کو آمادہ کرنے کی بھرپور کوشش حضرت شیخ الہندؒ نے کی وہ بھی مولانا مدنیؒ نہیں مولانا ابوالکلام آزادؒ تھے۔

اور شیخ الہندؒ ابوالکلام آزادؒ کو امام الہند کیوں بنانا چاہتے تھے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب اس کی دو وجہیں لکھتے ہیں :

(۱) مولانا آزادؒ نے ۱۹۱۲ء سے الہلال اور پھر البلاغ کے ذریعے دعوت رجوع الی القران کا جو غلغلہ بہت زور وشور سے بلند کیا تھا اس سے حضرت شیخ الہندؒ بہت متاثر ہوئے تھے اور انہیں محسوس ہوگیا تھا کہ کرنے کا اصل کام وہی ہے جس کی دعوت یہ نوجوان دے رہا ہے۔

کامل اس طبقہ زہاد سے اُٹھا نہ کوئی　　　کچھ ہوئے تو یہی رندانِ قدح خوار ہوئے

(۲) جب چار سال کی جلاوطنی اور نظر بندی جھیل کر شیخ الہندؒ واپس ہندوستان آئے تو (ابوالکلام آزاد کی گزشتہ باتوں کی وجہ سے) انہیں یقین کامل ہوگیا تھا کہ حالاتِ وقت کی نبض پر ہاتھ ہم بوڑھوں کا نہیں اس نوجوان کا ہے۔

اور ان سب باتوں کی روشنی میں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب دو فیصلے صادر فرماتے ہیں :

(۱) ''لہٰذا تحریکِ استخلاص وطن، تحریک خلافت عثمانیہ اور تحریکِ تجدید واحیاء وغلبہ دین سب کے اعتبار سے حضرت شیخ الہندؒ کے جانشین اور خلیفہ مجاز کی حیثیت مولانا آزاد کو حاصل ہے جن کے ہاتھ پر خود بیعت کرنے کی خواہش وہ اپنے ساتھ ہی قبر میں لے گئے''۔

(۲) ''راقم الحروف (یعنی ڈاکٹر اسرار صاحب) کو حضرت شیخ الہند سے ایک نہیں دو سلسلوں اور واسطوں سے نسبت کا دعوٰی ہے۔ ایک بواسطہ مولانا شبیر احمد عثمانی وتحریکِ پاکستان اور دوسرے بواسطہ مولانا ابوالکلام آزاد اور سیّد ابوالاعلی مودودی اس لیے کہ مولانا آزاد کی نسبت تو حضرت شیخ الہندؒ سے بلاواسطہ اور متصل ہے ہم مولانا مودودی کا بھی خواہ مولانا آزاد سے کوئی معروف رشتہ نہ تھا لیکن اس دور کی تاریخ سے واقفیت رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ ان کی حیثیت مولانا آزاد کے

معنوی خلیفہ ہی کی تھی۔ اور راقم الحروف خواہ بہت ہی حقیر و ناچیز انسان ہے لیکن ع

کعبے سے ان بتوں کو بھی نسبت ہے دور کی

کے مصداق ابوالکلام آزاد اور ان کی حزب اللہ (۱۹۱۲ تا ۱۹۲۰ء) اور اس کے بعد مولانا مودودی اور ان کی تنظیم جماعت اسلامی (۱۹۳۹ تا ۱۹۴۹) کے بعد اس خاکسار اور اس کی جماعت تنظیم اسلامی کو حضرت شیخ الہند سے پختہ نسبت حاصل ہے''۔

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی تحریر کا حاصل سامنے لانے کے بعد اب ہم قارئین کے سامنے قند مکرر کے طور پر وہ حقائق لانا چاہتے ہیں جو ہم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب اور انوار مدینہ کے قارئین کے سامنے پہلے بھی رکھ چکے ہیں۔ ڈاکٹر اسرار صاحب نے ہماری کتاب ''ڈاکٹر اسرار احمد کے افکار و نظریات تنقید کی میزان میں'' جو آج سے تیرہ سال قبل شائع ہوئی تھی یقیناً پڑھی ہے اس میں امام الہند سے متعلق پوری تحقیق ہم نے لکھی تھی لیکن ڈاکٹر اسرار صاحب نے ان تمام حقائق سے آنکھیں بند کر کے دوبارہ انہی باتوں کا اعادہ کیا ہے اور ان کا یہ طرزِ عمل اس بات پر کافی گواہ ہے کہ ان کو حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ سے کچھ بھی نسبت حاصل نہیں ڈاکٹر اسرار صاحب کو یہ بات پیشِ نظر رکھنی چاہیے تھی کہ محض لفاظی سے حقیقت نہیں بدل جایا کرتی۔

ڈاکٹر اسرار صاحب کا ایک دعوٰی یہ ہے کہ حضرت شیخ الہند مولانا ابوالکلام آزاد کو امام الہند بنانا چاہتے تھے اور دوسرا دعوٰی یہ ہے کہ جمعیت العلمائے ہند کے دوسرے سالانہ اجلاس میں ان کی بیعت پر علماء کو آمادہ کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ یہ دونوں دعوے فرضی ہیں۔ پہلے دعوے کے برعکس حقیقت یہ ہے کہ مولانا آزاد نے شیخ الہند کو امام الہند کا منصب سنبھالنے پر آمادہ کیا تھا۔

جمعیت العلمائے ہند کے تیسرے سالانہ اجلاس میں خود مولانا آزاد نے اپنے خطبہ صدارت میں حقیقت یوں بیان کی :

''۱۹۱۴ء کے لیل و نہار قریب الاختتام تھے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے یہ حقیقت اس عاجز پر منکشف کی اور مجھے یقین ہوگیا کہ جب تک یہ (یعنی امارتِ شرعیہ کا) عقدہ حل نہ ہوگا ہماری کوئی سعی و جستجو بھی کامیاب نہ ہوگی۔ چنانچہ اسی وقت سے میں سرگرم سعی و تدبیر ہوگیا۔ حضرت مولانا محمود حسن (یعنی شیخ الہند) رحمہ اللہ سے میری ملاقات بھی دراصل اسی سعی و طلب کا نتیجہ تھی۔ انہوں نے پہلی ہی صحبت میں کامل اتفاق ظاہر فرمایا اور یہ معاملہ بالکل صاف ہوگیا تھا کہ وہ اس منصب کو قبول کرلیں گے اور ہندوستان میں نظم جماعت کے قیام کا اعلان کر دیا جائے گا۔ مگر

افسوس ہے کہ بعض زود رائے اشخاص کے مشورہ سے مولانا نے اچانک سفر حجاز کا ارادہ کر دیا اور میری کوئی منت وسماجت بھی انہیں سفر سے باز نہ رکھ سکی، اس کے بعد میں نظر بند کر دیا گیا۔۔۔۔"

(جمعیت العلماء ہند دستاویزات مرکزی اجلاس ہائے عام جلد اول)

دوسرے دعوے کے برعکس حقیقت یہ ہے جمعیت العلماء ہند کے دوسرے سالانہ اجلاس کا صدر خود شیخ الہندؒ کو مقرر کیا گیا تھا اور وہ اگرچہ اپنی بیماری اور کمزوری کے باعث اجلاس میں شریک نہ ہو سکے لیکن آپ کی صدارتی تقریر اجلاس میں پڑھ کر سنائی گئی۔ اس تقریر میں کئی باتیں تھیں لیکن ابوالکلام آزاد کو امام الہند بنانا تو کجا مسئلہ امامت وامارت کے بارے میں ایک لفظ بھی مذکور نہیں ہے بلکہ بقول مولانا آزاد جمعیت العلماء کے پاس یہ مسئلہ حضرت شیخ الہندؒ کی وفات کے بعد گیا ہے وہ فرماتے ہیں :

"مگر جب میں نے دیکھا کہ اب یہ مسئلہ منظر عام پر آچکا ہے اور جمعیت العلماء اس کا آخری اور قطعی فیصلہ کر سکتی ہے تو یہی مناسب معلوم ہوا کہ اسے جمعیت کے حوالے کر کے بالفعل خود سبکدوش ہو جاؤں چنانچہ ارکانِ جمعیت کی ایک خاص مجلس شوریٰ منعقد دہلی میں یہ مسئلہ پیش ہو کر بالاتفاق منظور ہوا اور اب اس کا آخری فیصلہ (جمعیت العلماء کے) اس (تیسرے سالانہ) اجلاس کے ہاتھ میں ہے"۔

لیکن ڈاکٹر اسرار صاحب کو حقائق سے کیا غرض؟ ان کو دلچسپی اپنے دعووں سے ہے خواہ وہ سرے سے بے بنیاد ہوں کیونکہ ان کو تسلی ہے کہ وہ اپنے عقیدت مندوں کو اپنی لفاظی سے مطمئن کرتے رہیں گے۔ ہاں اپنے دعوے کی تائید میں ان کو جھوٹی سچی جو بات بھی مل جائے اس کو تائید غیبی سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں۔

اس لیے جب جناب سعید الرحمٰن صاحب علوی نے ڈاکٹر اسرار صاحب کو وہم کا تخلیق کردہ یہ قصہ فراہم کیا کہ :

"شیخ الہند نے شدید علالت کے دوران جمعیت علماء ہند کے دوسرے جلسہ ۱۹ تا ۲۱ نومبر ۱۹۲۰ء بمقام دہلی کی صدارت بھی فرمائی تھی اور خطبہ صدارت بھی ارشاد فرمایا تھا بقول مولانا محمد میاں بیماری ونقاہت کے سبب تھوڑی دیر بھی اسٹیج پر بیٹھنا دشوار تھا لیکن اجلاس کے اہم ترین ایجنڈا یعنی امیر الہند کے انتخاب کے سلسلے میں ان کے احساسات یہ تھے میری چارپائی اُٹھا کر جلسہ گاہ میں لے جائی جائے اور یہ کام کر لیا جائے پہلا جو شخص بیعت کرے گا وہ میں ہوں گا"۔ (جماعت شیخ الہند اور تنظیم اسلامی ص ۴۵۲)

ڈاکٹر اسرار صاحب کو زورِ بیانی کے لیے یہ قصہ ہاتھ[1] آگیا اب ان کی بلا سے خواہ حقیقت سے وہ کتنا ہی بعید ہو کیونکہ اگر الزام آئے گا بھی تو وہ سعید الرحمٰن صاحب علوی کے سر تھوپ دیں گے۔ جبکہ ہمارے مطالبہ کے باوجود سعید الرحمٰن علوی صاحب مرحوم ہمیں اسکا حوالہ اور ماخذ نہ دکھا سکے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جمعیت العلماء کے اس اجلاس کے ایجنڈے میں تو سرے سے امیر الہند کا مسئلہ ہی نہیں تھا۔ خود شیخ الہند بیمار تھے اجلاس میں حاضر نہ ہوئے تھے پھر انہوں نے مولانا آزاد کی بیعت پر آمادہ کرنے کے لیے علماء میں بھرپور کوشش کیسے کی جبکہ اپنے خطبہ صدارت اور اختتامی تقریر میں ایک لفظ بھی اس مسئلہ پر نہیں کہا۔ پھر انتخاب ہونا تھا تو اس کے لیے پہلے سے اُمید وار ہوتے ہیں یا نامزدگیاں ہوتی ہیں۔ مولانا آزاد کی نامزدگی شیخ الہندؒ نے کس وقت کی؟ کسی اور کی نامزدگی بھی موجود تھی تو کس کی تھی؟ کیا ڈاکٹر اسرار صاحب کو اپنے دامن عصمت پر ان میں سے کوئی بھی دھبہ نظر نہیں آتا۔

ڈاکٹر اسرار صاحب نے مولانا مدنیؒ کے جانشین نہ ہونے کے خلاف ایک دلیل یہ دی ہے کہ حضرت شیخ الہندؒ نے جمعیت العلماء کے دوسرے سالانہ اجلاس کا خطبہ صدارت مولانا مدنیؒ کے بجائے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ سے لکھوایا یہ بھی ڈاکٹر اسرار صاحب کی ایک بڑی تاریخی غلطی ہے کیونکہ کتاب ''بیس بڑے مسلمان'' اور ایچ بی خان کی کتاب ''برصغیر کی سیاست میں علماء کا کردار'' ان دونوں کے مطابق خطبہ صدارت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے لکھا تھا۔

علاوہ ازیں ڈاکٹر اسرار صاحب نے مولانا مدنیؒ کی جانشینی کے خلاف جو دو دلیلیں دیں وہ دونوں اس پر مبنی ہیں کہ شیخ الہندؒ نے مولانا مدنیؒ کو کسی بھی اعتبار سے اپنا جانشین مقرر نہیں کیا۔ خطبہ صدارت بھی ان سے نہیں لکھوایا اور تحریک آزادی کا امیر بھی مولانا آزاد کو بنانا چاہتے تھے۔ غرض جانشینی کی مختلف جہتوں سے جو چند کرسیاں تھیں ان میں سے ایک پر مولانا شبیر احمد عثمانی کو بٹھایا، دوسری پر مولانا انور شاہ کشمیری کو بٹھایا اور تیسری پر مولانا آزاد کو بٹھایا۔ مولانا مدنیؒ کو تو کسی بھی کرسی پر خود نہیں بٹھایا لہٰذا وہ کسی طور سے بھی جانشین نہیں۔

---

[1] اسی طرح ڈاکٹر صاحب کے ہاتھ یہ بات بھی آئی ہوئی ہے کہ حضرت مولانا سید حامد میاں صاحبؒ تنظیم اسلامی کے حلقہ مستشارین میں شامل رہے سو اس موقع پر اس کی حقیقت بھی قارئین کرام پر واضح کرنی ضروری ہے: میرے والدِ گرامی حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ نے بھی ''حلقہ مستشارین'' کے لفظ سے پیدا ہونیوالے غلط تاثر کا اندازہ فرماتے ہوئے ڈاکٹر صاحب کو اپنا نام اس حلقہ میں شامل کرنے سے منع فرمانے کا فیصلہ فرمالیا تھا ایک موقع پر ڈاکٹر صاحب ان کے پاس آئے تو فرما رہے تھے کہ ''میں ان کو اپنا نام حلقہ مستشارین میں شائع کرنے سے منع کر دوں گا'' جب ڈاکٹر صاحب چلے گئے تو میں نے پوچھا کہ آپ نے منع فرما دیا؟ تو فرمایا کہ اس وقت ان کے بیٹے ساتھ تھے اس لیے ان کی موجودگی میں مروتاً فی الوقت میں نے اس بات کا اظہار نہیں کیا آئندہ ملاقات میں کر دوں گا.........ان کی مروت کا پاس کرتے ہوئے بعد کو ہم بھی خاموش رہے مگر اب ڈاکٹر صاحب نے فروری کے میثاق میں اس بات کا پھر ذکر کر دیا تو اس حلقہ مستشارین سے حضرتؒ کی عملاً علیحدگی کا اظہار ضروری ہو گیا تاکہ آئندہ کسی غلط تاثر قائم کرنے کا سدباب ہو جائے۔ (محمود میاں غفرلہٗ)

سبحان اللہ! ڈاکٹر صاحب نے جانشینی کا خوب فلسفہ نکالا ہے۔اس سے انکار نہیں کہ جانشینی کا ایک طریقہ یہ ہے جو ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے لیکن اگر کوئی جانشینی کے سے کام کرے اور اس کا حق ادا کردے تو اسکو بھی جانشین کا لقب دے دیا جاتا ہے لیکن ڈاکٹر اسرار صاحب اس کو تاریخ کی ایک بڑی غلطی قرار دیتے ہیں اصل بات یہ ہے کہ ڈاکٹر اسرار صاحب کے نزدیک دین تو دین تاریخ بھی بس وہی ہے جس طرح سے وہ سمجھتے ہیں۔دین میں وہ تو خدائی فوجدار بن کے اترے ہوئے ہیں کہ ملک وملت پر خدائی عذاب کے کوڑے برساتے رہتے ہیں تاریخ کو بھی وہ اپنا تابع فرمان بنا کر رکھنا چاہتے ہیں تا کہ جس طرح سے چاہیں لوگوں کو تاریخ دکھائیں۔ڈاکٹر اسرار کی یہ دھونس انہی کو مبارک ہو۔تحریک آزادی ہند جس پر شیخ الہندؒ کاربند رہے ان کے بعد اس مقصد کے لیے سب سے زیادہ خدمات حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کی ہیں اور اس اعتبار سے وہ بجا طور پر شیخ الہندؒ کے جانشین کہلانے کے مستحق ہیں اس کے لیے کسی کو ڈاکٹر صاحب سے سند لینے کی ضرورت نہیں ہے کہ جن کا نہ علم دین مستند ہے اور نہ علم تاریخ مستند ہے ہم نے ڈاکٹر صاحب کے سامنے آئینہ حقیقت پیش کر دیا ہے جس میں وہ اپنے کمالات کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔

جب یہ ثابت ہو چکا کہ شیخ الہندؒ کا مولانا آزاد کو امیر الہند بنانے کا کوئی منصوبہ نہیں تھا تو یہ بات بھی خود بخود واضح ہو گئی کہ مولانا آزاد کو امیر الہند بنانے کے دو سبب جو ڈاکٹر اسرار صاحب نے شیخ الہندؒ کی طرف منسوب کیے ہیں محض خیالی واختراعی ہیں البتہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مولانا آزاد کو امیر الہند بنانے کی خود ساختہ تجویز سے ڈاکٹر اسرار کو کیا دلچسپی ہو سکتی ہے؟ اسکا جواب خود دلچسپی سے خالی نہیں۔اس مسئلہ سے ڈاکٹر اسرار صاحب کی دلچسپی کی وجہ یہ ہے کہ اس کی تحقیق وتفتیش کے دوران ان پر یہ بات منکشف ہوئی کہ شیخ الہندؒ کے نام لیواؤں کے سامنے وہ حضرت شیخ الہند کے اس عمل سے سند پکڑ سکتے ہیں اور ان کو اپنی تائید کی دعوت دے سکتے ہیں اس لیے انہوں نے ایک طرف اپنی جماعت میں شیخ الہند کی شخصیت کو خوب نمایاں کرنے کی کوشش کی اور ان کو مجدد تک کہا اگرچہ وہ اپنے حلقہ میں پہلے ہی نمایاں تھے اور دوسری طرف مولانا ابوالکلام آزاد کو خوب گرانے کی کوشش کی تا کہ شیخ الہندؒ کے نام لیواؤں سے کہہ سکیں کہ میں تو پھر بھی ان سے بہت اچھا ہوں اور شیخ الہندؒ اتنے وسیع القلب تھے کہ آزاد جیسے رندان قدح خوار کو اپنا خرقہ خلافت دیا اور ان کو امام الہند بنانے کے لیے بے تاب ہوئے تو تم بھی کچھ وسعت قلبی کا مظاہرہ کرو اور کم از کم میری مخالفت نہ کرو بلکہ میرے ساتھ تعاون کرو۔

ڈاکٹر صاحب کی تحریر ملاحظہ ہو قارئین اس سے یہی نتیجہ اخذ کریں گے جو ہم نے ذکر کیا۔

ڈاکٹر اسرار صاحب لکھتے ہیں :

"اس (یعنی ابوالکلام آزاد کی بیعت امامت کی تجویز) کی تحقیق وتفتیش کے دوران جو انکشافات مجھ پر ہوئے ان میں سے اہم ترین حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی المعروف بہ شیخ الہندؒ کی عظمت

شان اور جلالت قدر کے بارے میں تھا جن سے اس وقت تک میں اصلاً تو ان کے ترجمہ قرآن کے حوالے ہی سے واقف تھا اور اس کی بنا پر میرے دل میں ان کے لیے ایک گونہ محبت وعقیدت بھی موجود تھی۔ مزید برآں ان کی ذاتی عظمت، ان کے تقوی وتدین، ان کے اخلاص وللّٰہیت، ان کا علم وفضل، ان کے مجاہدانہ کردار، ان کی عالی ہمتی اور جہاد وحریت اور تحریک استخلاص وطن میں ان کے مقام ومرتبہ کا تو کسی قدر اندازہ تھا لیکن ان کی وسعت نظر، ان کی عالی ظرفی، ان کی معاملہ فہمی، ان کی انسان شناسی، ان کی وسعت قلبی، اور سب سے بڑھ کر ان کی عاجزی وانکساری کا کوئی اندازہ راقم کو نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی ذاتی عظمت کے اس پہلو کے یکبارگی انکشاف سے راقم پر ایک مبہوشیت سی طاری ہوگئی۔۔۔۔۔ وہ دن اور آج کا دن! راقم کی پختہ رائے ہے کہ چودھویں صدی ہجری کے مجدد حضرت شیخ الہندؒ تھے اس لیے کہ ان کی سی جامعیت کبرٰی کی حامل کوئی دوسری شخصیت اس پوری صدی میں کم از کم مجھے نظر نہیں آتی"۔

(جماعت شیخ الہند اور تنظیم اسلامی ص ۴۴۶)

ڈاکٹر اسرار صاحب کو شیخ الہند کی وسعتِ نظر، ان کی عالی ظرفی، ان کی معاملہ فہمی، ان کی انسان شناسی، ان کی وسعت قلب اور سب سے بڑھ کر ان کی عاجزی وانکساری کا اندازہ اس بات سے ہوا کہ ابوالکلام آزاد جیسا شخص کہ جس کا حال بقول ڈاکٹر صاحب یہ تھا:

"ایک نوخیز نوجوان جس کی زبان میں تاثیر، قلم میں زور اور اس کے سینے میں ہے نغموں کا تلاطم اب تک، کے مصداق جہاد کا جذبہ اور جوش تو بے شک موجود تھا لیکن نہ جبہ وعمامہ، نہ عبا وقبا، نہ کہیں کے مفتی نہ شیخ الحدیث حتی کہ نہ کہیں کہ سند فراغت، نہ دستار فضیلت، ایک قرآن کا عاشق ہونے سے کیا ہوتا ہے"۔ (جماعت شیخ الہند اور تنظیم اسلامی ص ۶۵)

اور لکھتے ہیں:

"مزید غور فرمائیے ہندوستان تقلید کا گڑھ ہے یہاں اسلام کے معنی ہی حنفیت کے ہیں اور تقلید کے دائرے سے باہر قدم نکالنے کے معنی گویا اسلام سے نکل جانے کے ہیں اور بقول مولانا محمد انور شاہ کاشمیری "علمی کام" کا مطلب یہاں صرف یہ رہا ہے کہ مسلک حنفی کی فوقیت دوسرے مسلکوں پر ثابت کی جائے اور خود حضرت شیخ الہندؒ پکے حنفی تھے۔۔۔ دوسری طرف ابوالکلام آزاد حنفیت سے حد درجہ بعید، تقلید سے کوسوں دور، ایک آزاد خیال انسان

جس کی اصل عقیدت تھی ابن تیمیہ سے'' (جماعت شیخ الہند اور تنظیم اسلامی ص ۶۵)

مزید لکھتے ہیں :

''جو نہ ان (شیخ الہند) کے تلامذہ میں سے تھا نہ حلقہ دیوبند سے تعلق رکھتا تھا بلکہ علماء کے دیگر معروف حلقوں اور سلسلوں میں سے بھی کسی سے منسلک نہ تھا حتی کہ علماء کی سی وضع قطع بھی نہ رکھتا تھا بلکہ بقول خود ''گلیم زہد اور ردائے رندی'' دونوں کو بیک وقت زیب تن کرنے کے جرم کا مرتکب تھا۔ (جماعت شیخ الہند اور تنظیم اسلامی ص ۱۳)

غرض ڈاکٹر اسرار صاحب نے ناجائز حد تک غلو سے کام لیتے ہوئے ابوالکلام آزاد کا یہ حال بتایا کہ نہ وہ عالم تھے، نہ مقلد تھے اور نہ ہی علماء کی سی وضع قطع رکھتے تھے ہاں صرف قران کے عاشق تھے۔ اب ایسے شخص کے ساتھ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ نے ڈاکٹر اسرار صاحب کے الفاظ میں یہ برتاؤ کیا کہ :

''حضرت شیخ الہند کی وسعت قلبی اور عالی ظرفی کا سب سے بڑا مظہر مولانا آزاد کے معاملے میں ان کا طرزِ عمل ہے بڑے لوگوں کی بڑائی کا ایک اہم پہلو چھوٹوں کی بڑائی کا اقرار اور ان کی ابھرتی ہوئی شخصیتوں کو خواہ مخواہ اپنے لیے ایک چیلنج سمجھ کر انہیں دبانے کی فکر کرنے کی بجائے ان کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی کی صورت میں سامنے آتا ہے اور اس پہلو سے واقعہ یہ ہے کہ عظمت کا کوہ ہمالیہ معلوم ہوتے ہیں شیخ الہند'' (جماعت شیخ الہند اور تنظیم اسلامی ص ۶۴)

پھر لکھتے ہیں :

''بایں ہمہ اس استاذ العلماء کا یہ قول ان کے شاگردوں کے حلقے میں معروف ہے کہ اس نوجوان (ابوالکلام آزاد) نے ہمیں اپنا بھولا ہوا سبق یاد دلا دیا۔ اللہ اکبر! ہے کوئی حد اس وسعت قلبی اور عالی ظرفی کی فارجع البصر هل ترى من فطور''

(جماعت شیخ الہند اور تنظیم اسلامی ص ۶۵)

اور مزید لکھتے ہیں :

''بایں ہمہ مولانا ان کے جوہرِ قابل کے قائل بھی ہیں اور انہیں امام الہند ماننے کی تجویز کے پُرزور مؤید بھی، پھر غور کیجیے کہ ہے کوئی حد اس عالی ظرفی اور وسعت قلبی کی اور ہے اس کی کوئی دوسری مثال اس دور میں ثم ارجع البصر كرتين ينقلب اليك البصر خسئا وهو حسير'' (جماعت شیخ الہند اور تنظیم اسلامی ص ۶۶)

ابوالکلام آزاد کا جو نقشہ ڈاکٹر اسرار صاحب نے کھینچا ہے اس کے ہوتے ہوئے شیخ الہندؒ کی ان کے حق میں عالی ظرفی اور وسعت قلبی میں ڈاکٹر صاحب کو اپنے حق میں شیخ الہندؒ کے نام لیوا علماء کی رائے ہموار کرنے کے لیے بڑی قوی دلیل نظر آئی کیونکہ

☆ اگر ڈاکٹر اسرار معروف معنی میں دیوبندی نہیں تو ابوالکلام آزاد کا بھی حلقہ دیوبند سے تعلق نہ تھا۔

☆ اگر ڈاکٹر اسرار عالم دین نہیں تو ابوالکلام آزاد کو بھی سند فراغت حاصل نہ تھی۔

☆ اگر ڈاکٹر اسرار پورے مقلد نہیں تو ابوالکلام آزاد تو تقلید سے کوسوں دور تھے۔

بلکہ خوش فہم ڈاکٹر اسرار صاحب میں تو کچھ زائد خوبیاں ہیں۔

☆ ابوالکلام تو آزاد خیال انسان تھے جبکہ ڈاکٹر اسرار صاحب شریعت کے پورے پابند ہیں۔

☆ ابوالکلام آزاد علماء کی سی وضع قطع نہ رکھتے تھے جبکہ ڈاکٹر اسرار صاحب آج کل کے علماء کی سی وضع قطع رکھتے ہیں۔

☆ ابوالکلام آزاد سرے سے مقلد نہ تھے جبکہ ڈاکٹر اسرار صاحب نیم مقلد تو ہیں اور اس دلیل کو مزید تقویت دینے کے لیے شیخ الہندؒ کے پلڑے کے وزن میں مزید اضافہ کرنے کے لیے ان کو چودھویں صدی کا مجدد قرار دیا۔ لکھتے ہیں:

> ''وہ دن اور آج کا دن راقم کی پختہ رائے ہے کہ چودھویں صدی ہجری کے مجدد حضرت شیخ الہندؒ تھے اس لیے کہ ان کی سی جامعیت کبریٰ کی حامل کوئی دوسری شخصیت اس پوری صدی میں کم از کم مجھے نظر نہیں آئی''۔
>
> ''چودھویں صدی ہجری کے بارے میں راقم کا یہ گمان رفتہ رفتہ یقین کے درجے تک پہنچ گیا ہے کہ اس کے مجدد اعظم حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ ہیں''
>
> (جماعت شیخ الہند اور تنظیم اسلامی ص ۱۳)

حضرت شیخ الہندؒ کے مجدد یا مجددِ اعظم ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں البتہ ڈاکٹر اسرار صاحب یقیناً داد کے قابل ہیں کہ انہوں نے کس صفائی سے اپنے حق میں دلیل کو استوار کرنے کی کوشش کی اور بالآخر دل کی بات زبان پر لے ہی آئے اور یوں گویا ہوئے:

> ''اب اگر ایک حقیر و ناتواں انسان نے وقت کے اس تقاضے پر لبیک کہتے ہوئے اس کام کا بیڑا اُٹھا ہی لیا ہے تو کیا علماء کرام بالخصوص اس حلقے سے وابستہ حضرات جو حضرت شیخ الہندؒ کی عظمت کے پوری طرح قائل ہیں اور مولانا آزاد مرحوم کو بھی کسی نہ کسی درجے میں اپناتے ہیں کا کام یہ ہے کہ اسے طنز و تشنیع کا ہدف بنائیں یا یہ کہ نوجوان اس کا ساتھ دیں اور بزرگ اس کی

سرپرستی فرمائیں"۔ (جماعت شیخ الہنداور تنظیم اسلامی ص۹۲)

آخر میں لکھتے ہیں :

"کاش کہ علمائے کرام ہماری ان گزارشات پر سیخ پا نہ ہوں بلکہ ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ ع

وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا

نوٹ : (۱) ڈاکٹر اسرار صاحب نے اپنا مطلب نکالنے کے لیے ابوالکلام آزاد کو غیر عالم بتایا حالانکہ وہ مسلمہ عالم دین تھے مولانا آزاد خود لکھتے ہیں "۱۹۰۳ء میں کہ عمر کا پندرھواں سال شروع ہوا تھا میں درسِ نظامیہ کی تعلیم سے فارغ ہو چکا تھا ---۔ فاتحہ فراغ کی مجلس ہی میں طلبا کا ایک حلقہ میرے سپرد کر دیا گیا۔---۔ میں طلبا کو مطول، میر زاہد اور ہدایہ وغیرہ کا درس دیتا تھا۔ (غبار خاطر ص ۹۹۔۹۸) سکہ بند اور مسلم عالم دین ہونے کی آخر اس سے بڑھ کر اور کیا صراحت ہو گی۔

(۲) ڈاکٹر اسرار صاحب جب تاریخ اور دین دونوں ہی کو مسخ کرنے سے نہیں چوکتے اور نشاندہی کرنے پر بھی ماننے کو تیار نہیں ہوتے تو وہ کس منہ سے علماء کا تعاون طلب کرتے ہیں۔

تاریخ کا مسخ تو ہم ذکر کر چکے۔ اب ڈاکٹر اسرار صاحب کے دین کے مسخ کی بھی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں :

(۱) ڈاکٹر اسرار صاحب بھی فرماتے ہیں کہ جس کے دل میں نہ تو مثبت طور پر ایمان ہو اور نہ منفی طور پر کفر ہو بلکہ دل دونوں سے خالی ہو۔ گویا حالت صفر یعنی ZERO VALUE کی ہو وہ اگر نیک عمل کرے تو اس کے اعمال مقبول ہیں اور اپنے اس باطل عقیدے کو وہ قرآن پاک کی طرف منسوب کرتے ہیں حالانکہ اعمال کی قبولیت کے لیے ایمان کے وجود کی شرط قرآن پاک میں صراحت سے مذکور ہے۔

(۲) ڈارون کے نظریۂ ارتقاء کو تسلیم کرتے ہیں اور اس کو قرآن سے ثابت مانتے ہیں حالانکہ قرآن کی تصریحات اس کی کلی نفی کرتی ہیں۔

(۳) دین اور عبادت کا جو معنی ڈاکٹر اسرار صاحب بتاتے ہیں وہ قرآن وحدیث کے مطابق باطل ہے۔

(۴) قرآن پاک کو سمجھنے کے بقدر عربی زبان سیکھنے کو فرض عین قرار دیتے ہیں۔

(۵) گناہ پر اصرار پر ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہنے کا فتوی دیتے ہیں۔

مولانا مدنیؒ سے ڈاکٹر اسرار صاحب کا اختلاف :

نوائے وقت (۱۸ جنوری ۲۰۰۳) میں شائع شدہ اپنے وضاحتی مضمون میں ڈاکٹر اسرار صاحب لکھتے ہیں :

"میرا مولانا حسین احمد مدنیؒ کی سیاسی حکمتِ عملی سے ہمیشہ شدید اختلاف تھا اور تا حال ہے"۔

ہم کہتے ہیں حکمتِ عملی کا اختلاف علمی اختلاف ہوتا ہے کیونکہ سیاسی حکمتِ عملی کا مطلب ہے سیاسی عمل کی حکمت وعلت ۔ (جاننا چاہیے کہ عام محاورہ میں لوگ حکمت اور علت کو ایک ہی سمجھتے ہیں) تو ڈاکٹر اسرار صاحب یہ بتاتے ہیں کہ ان کو مولانا مدنی ؒ کی سیاست کی علت وحکمت سے یعنی ان کے سیاسی عمل کے علمی پہلو سے اختلاف تھا اور تا حال ہے۔ اوائل کے دور میں تو شاید دوسروں کی دیکھا دیکھی یہ اختلاف کرتے ہوں گے لیکن اب تو ایسا نہیں ہے خود ڈاکٹر اسرار صاحب فرماتے ہیں :

> ''۱۹۵۷ء کے بعد کے پینتالیس برس کے دوران میں صرف اللہ کا بندہ اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا پیروکار رہوں اور اللہ کی کتاب اور سنت رسول میرے رہبر اور میرا ضمیر میرا ''امیر'' رہا ہے''۔ (نوائے وقت ۱۸ر جنوری ۲۰۰۳)

اصل اختلاف اس میں تھا کہ کیا موجودہ حالات میں اور مسلم لیگی قیادت کے کردار کو سامنے رکھتے ہوئے کیا مسلمانوں کو باقی ہندوستان سے کٹ کر صرف ایک ٹکڑے کا مطالبہ کرنا جائز ہے اور کیا اس میں واقعی اسلامی نظام قائم ہو سکے گا۔ یہ مسئلہ شریعت کا مسئلہ ہے محض ایک مباح انتظامی مسئلہ نہیں تھا۔ مولانا مدنی ؒ کی اپنی رائے تھی اور مولانا تھانویؒ اور مولانا شبیر احمد عثمانی ؒ کی اپنی رائے تھی ۔ یہ حضرات شریعت کو سمجھنے والے تھے اس لیے رائے رکھنے کے اہل تھے ۔ ڈاکٹر اسرار صاحب کی یہ تصریحات جا بجا ملتی ہیں کہ فقہ کے بارے میں ان کا علم بہت محدود ہے اور وہ عالم نہیں ہے لیکن اس کے باوجود ان کا ضمیر خود بخود قرآن وسنت سے رہنمائی لے کر ان کا با کمال امیر بنا ہوا ہے کہ وہ ان کو یہ بھی بتا دیتا ہے کہ مولانا مدنی ؒ جیسا عالم غلطی کر رہا ہے اور مولانا مدنی ؒ کس شمار میں ہیں ان کے با کمال ضمیر اور عالی دماغ مزاج ائمہ اربعہ اور امام بخاری کے دائروں کے اندر اندر جسکی رائے کو بھی اقرب الی السنۃ اور اقرب الی الصواب سمجھتے ہیں اس کی رائے کو ترجیح دیتے ہیں ۔ (جماعت شیخ الہند اور تنظیم اسلامی ص ۱۷۱)

ڈاکٹر اسرار صاحب جو چاہیں لکھیں لیکن ان کی اپنی تحریریں ان کے جہل مرکب کی طرف واضح رہنمائی کیے دے رہی ہیں۔

مولانا مدنی ؒ سے ڈاکٹر اسرار صاحب کا اظہار براءت :

ڈاکٹر اسرار صاحب کا ضمیر ان پر کس طرح سے امیری اور حکمرانی کر رہا ہے اس کی ایک اور مثال ملاحظہ فرمایئے۔ ایک تقریب میں جس میں ڈاکٹر اسرار صاحب بھی موجود تھے اور تقریر کر چکے تھے نوائے وقت کے مجید نظامی صاحب نے کہا کہ

> ''پاکستان میں اسلامی نظام نافذ کرنا ہے تو خدارا اسلام کو اقبال کے ذریعہ سمجھنے کی کوشش کریں اور

اگر ہم سیاست کو سمجھنا چاہتے ہیں تو پاکستان میں قائداعظم کی سیاست رائج کریں''۔

''ڈاکٹر اسرار صاحب ایک جانب اقبال کے شیدائی ہیں تو دوسری جانب مولانا مدنی ؒ کے پیروکار ہیں حالانکہ مدنی اقبال، قائداعظم اور پاکستان کا مخالف تھا؟ حیرت ہے کہ یہی معاملہ فرزند اقبال ڈاکٹر جاوید اقبال کا بھی ہے کہ وہ بھی کہتے ہیں کہ اقبال بھی ٹھیک تھا اور مدنی بھی ٹھیک تھا''۔

غرض مجید نظامی صاحب نے اسلام، سیاست اور مسئلہ قومیت کی بات کی۔ یہ تینوں امور شریعت کے ہیں اس لیے ڈاکٹر اسرار صاحب پر لازم تھا کہ وہ جواب میں کہتے کہ امورِ شرعیہ میں کسی اچھے عالم یا مولانا مدنی ؒ کے پیروکار ہونے میں کیا حرج ہے لیکن اس کے برعکس ڈاکٹر اسرار صاحب نے مجید نظامی صاحب کے سامنے اپنی صفائی پیش کرنا ضروری سمجھا (نہ جانے خاموش رہنے میں کونسا بھونچال آجاتا؟) اور اطلاق کے ساتھ یوں کہا کہ ''میں مولانا مدنی کا پیروکار نہیں ہوں''۔ اگر کہنا ہی تھا تو مقید کر کے یوں کہتے کہ میں سیاست میں مولانا مدنی ؒ کا پیرکار نہیں ہوں۔ لیکن جب مطلق پس منظر میں مطلق الفاظ کہے تو مجید نظامی صاحب نے فوراً ہی ان کی گرفت کر لی اور رپورٹروں سے یہ کہا کہ نوٹ کرلو ''ڈاکٹر صاحب مدنی ؒ سے اظہار براءت کر رہے ہیں''۔

مولانا محمود میاں کی اس پر گرفت سے ڈاکٹر اسرار صاحب کو اپنی پگڑی تو اچھلتی ہوئی نظر آ گئی لیکن جب مجید نظامی صاحب اپنی باتوں سے مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ رحمہ اللہ کی پگڑی اچھال رہے تھے تو ڈاکٹر اسرار صاحب کے باکمال ضمیر اور عالی دماغ مزاج نے اس میں کوئی باک نہ سمجھا کہ اچھلتی پگڑی کو ایک اچھالا خود بھی دیدیں۔

شریف النسب اور شریف النفس واقعی بڑوں کی پگڑیاں نہیں اچھالا کرتے لیکن اگر بڑے اپنی بڑائی کو چھوڑ بیٹھیں اور دوسرے واجب الاحترام لوگوں کی ہی نہیں دین کی پگڑی بھی اچھالنے لگیں تو وہ بڑے ہی کہاں رہے۔

سلسلہ نمبر۲ قسط نمبر۳

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائے ونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر ان کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (ادارہ)

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حُسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

نظر ثانی وعنوانات : مولانا سیّد محمود میاں صاحب

رویائے صالحہ وکرامات :

ارشاد رسول ''ذھبت النبوۃ و بقیت المبشرات'' رویائے صالحہ کی عظمت واہمیت کا واضح ثبوت ہے خصوصاً جبکہ ان کا تعلق ذات نبوی علیہ الصلوۃ والسلام سے ہو۔ مندرجہ بالا عنوان کے تحت حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ان رویائے صالحہ کو یک جا کر دیا گیا ہے جن کا تذکرہ آپ نے اپنی خود نوشت سوانح ''نقشِ حیات'' میں فرمایا ہے۔

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ ''نقشِ حیات'' میں تحریر فرماتے ہیں :

(۱) مکہ معظمہ سے روانہ ہونے کے بعد چوتھے روز جب قضیمہ سے رابغ کو قافلہ جا رہا تھا رات کو اُونٹ پر سوتے ہوئے خواب میں دیکھا کہ جناب سرورِ کائنات علیہ الصلوۃ والسلام تشریف لائے ہیں۔ میں قدموں پر گر گیا۔ آپ نے میرا سر اُٹھا کر فرمایا ''کیا مانگتا ہے''۔ میں نے عرض کیا ''جو کتابیں پڑھ چکا ہوں وہ یاد ہو جائیں اور جو نہیں پڑھی ہیں ان کو سمجھنے کی قوت ہو جائے'' تو فرمایا ''تجھ کو دیا''۔

ایک دوسرے مقام پر رقمطراز ہیں :

بہر حال مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً میں سلسلہ رویائے صالحہ وغیرہ بکثرت جاری رہا مگر اس وقت لکھنے اور ضبط کرنے کا خیال نہیں ہوا، خواب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام اولیاء عظائم ائمہ فخام اور جناب باری عزاسمہ کو

بارہا دیکھنے کا شرف حاصل ہوا، چونکہ قلمبند کرنے کی نوبت نہیں آئی اس لیے بلاترتیب زمانہ جس قدر یاد ہے لکھتا ہوں۔

(۲) ایک مرتبہ دیکھا کہ آقائے نامدار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد شریف کے شمالی دروازہ باب مجیدی کے باہر بجانب شمال منہ کیے ہوئے (قبلہ مدینہ منورہ اور مسجد نبوی کا بجانب جنوب ہے) مسجد سے نکل کر کھڑے ہیں اور آپ کے لپ (دونوں ہاتھوں کا مجموعہ) میں میٹھے کدو (جس کو کھنڑا اور عرب میں دُبائے رومی کہتے ہیں) کے بیج بھرے ہوئے ہیں۔ میں سامنے سے حاضر ہوا جب میں قریب پہنچا تو آپ نے لپ کو نیچے سے کھول دیا کچھ بیج نیچے کو گرے تو میں نے دامن میں لے لیے ان کی مقدار تقریباً تیس عدد تھی۔

(۳) دیکھا کہ مسجد شریف میں منبر شریف کے سامنے مکبّریہ کے نیچے لیٹا ہوں اور مجھ پر سبز شال پڑی ہے اور ایک شخص یہ کہتا ہے کہ ترے قدم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم جیسے ہیں اس کی تعبیر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اتباعِ سنت سے دی تھی۔

(۴) دیکھا کہ ایک جگہ پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کھلی ہوئی ہے میں نے دیکھا کہ لاش مبارک سفید کفن میں قبر کے پاس باہر ہے کفن کھلا ہوا ہے چہرۂ مبارک نہایت تروتازہ گورا گورا اور تمام جسم مبارک بھی تروتازہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چت سو رہے ہیں۔

(۵) دیکھا کہ روضۂ مطہرہ (وہ حجرۂ مطہرہ جس میں قبر مبارک ہے) اس کی جنوبی دیوار کی جڑ میں ایک پختہ خندق تقریباً ڈیڑھ دو ہاتھ گہری اور کئی گز لانبی بنی ہوئی ہے جس کی لمبائی دیوار کی جڑ سے متصل سر مبارک کی طرف سے پاؤں کی طرف کو چلی گئی ہے اور کچھ لوگ کھڑے ہو کر لانبی جھاڑو سے اس میں جھاڑو دے رہے ہیں۔ میں ایسی ہی لانبی جھاڑو لے کر پہنچا تو وہ لوگ ہٹ گئے میں نے تمام خندق میں جھاڑو دی اور پانی ڈال کر پانی کو جھاڑو ہی سے صاف کیا میں جھاڑو سے پانی کو صاف کرتا ہوں اور صاف کردہ جگہ میں پانی خشک ہوتا جاتا ہے پھر دیکھتا ہوں کہ اس میں رُومی قالین خوش رنگ بچھ گئے ہیں خندق کے آگے بجانب قبلہ قبر شریف کی طرف چہرہ کیے ہوئے کچھ لوگ تلاوت قرآن شریف میں مشغول ہیں۔

(۶) دیکھا کہ باب السلام سے (مسجد نبوی کا سب سے بڑا دروازہ جو بجانب مغرب واقع ہے) مسجد میں داخل ہوا، اور حجرۂ مطہرہ کی طرف جا رہا ہوں اور جناب رسول اللہ ﷺ قبر مبارک پر ایک کرسی پر رونق افروز ہیں قبلہ کی طرف آپ کا چہرۂ مبارک ہے۔ میں داہنی جانب سے حاضر ہوا جب میں بالکل قریب پہنچا تو آپ نے مجھ کو چار چیزیں عطا فرمائیں ان میں سے ایک علم ہے باقی تین اشیاء کو نہیں جانتا کہ کیا تھیں۔ اس کے بعد میں کرسی کے پیچھے سے ہوتا ہوا ایک باغ میں (جو کہ بجانب قبلہ آنحضرت علیہ السلام کے آگے تقریباً دس بارہ گز دوری پر واقع ہے) داخل ہوا۔ اس میں

میوہ دار درخت ہیں جن کی اُنچائی قد آدم سے کچھ تھوڑی ہی زیادہ ہے ان درختوں کے پتے سیب کے پتوں جیسے ہیں اور ان میں پھل کالے کالے لگے ہوئے ہیں اور کچھ لوگ ان درختوں میں سے پھل چن چن کر کھا رہے ہیں۔ میں نے بھی ان سیاہ پھلوں کو توڑ کر کھایا مقدار میں یہ پھل چھوٹے انجیر کے برابر تھے۔ مگر ان کا مزہ ان موجودہ پھلوں سے سب سے علیحدہ اور اس قدر لذیذ تھا کہ اس قدر لذیذ پھل میں نے کبھی نہیں کھائے۔ اس کے بعد میں نے ایک درخت اسی باغ میں بڑے شہتوت کا دیکھا جس پر شہتوت لگے ہوئے ہیں جن میں کے پکے ہوئے پھل زرد رنگ کے ہیں میں نے ان میں سے پکے ہوئے شہتوت توڑے اور میں سمجھ رہا ہوں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی طبیعت کسی قدر ناساز ہے یہ شہتوت آپ کے واسطے لیے جا رہا ہوں۔

نوٹ: میں نے اس خواب کو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے ذکر کیا اور عرض کیا کہ حضرت معلوم نہیں کہ ان چار چیزوں میں سے جو کہ مجھ کو عطا فرمائیں علاوہ علم کے باقی تین کیا تھیں تو حضرت نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ بھی ملے وہ خیر ہی ہے۔

(۷) ایک روز ایک کتاب اشعار کی دیکھ رہا تھا اس میں ایک مصرعہ تھا۔

''ہاں اے حبیب رُخ سے ہٹا دو نقاب کو''

یہ اس وقت بہت بھلا معلوم ہوا۔ میں مسجد شریف میں حاضر ہوا اور مواجہ شریفہ میں بعد ادائے آداب وکلمات مشروعہ انہی الفاظ کو پڑھنا اور شوقِ دیدار میں رونا شروع کیا۔ دیر تک یہی حالت رہی جس پر یہ محسوس ہونے لگا کہ مجھ میں اور جناب رسول اللہ ﷺ میں کچھ حجاب دیواروں اور جالیوں وغیرہ کا حائل نہیں ہے اور آپ کرسی پر سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ کا چہرہ مبارک سامنے ہے اور بہت چمک رہا ہے۔

(۸) جبکہ میں کراچی سے گنگوہ شریف کے قصد سے سفر کر رہا تھا اور گاڑی ملتان کے قریب چل رہی تھی خواب میں دیکھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے ہیں اور ہر دو صاحبان کے ہاتھ ایک کے دوسرے سے تشبیک کیے ہوئے ہیں (یعنی ہاتھوں کی انگلیاں باہم دگر پیوستہ ہیں)۔

(۹) میں نے خواب میں امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا تو ان سے دونوں ہاتھ ملا کر بیعت کی اور یہ الفاظ کہے **ابایعک علی مابایعت به النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم**

(۱۰) دیکھا کوئی شخص کہتا ہے کہ ائمہ مذاہب اربعہ یا کہا کہ ائمہ طرق اربعہ تیرے لیے دُعاء کرتے ہیں کیونکہ تو اثناء درس میں جب کسی کا ذکر آتا ہے تو ان کے لیے رحمہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے یا کہا کہ دُعاء کرتا ہے اور میں نے خواب ہی میں

دیکھا کہ کچھ لوگ مختلف مقامات پر گرد و پیش بیٹھے ہوئے ہاتھ اُٹھائے دُعاء کر رہے ہیں۔

نوٹ : میں نے اپنی عادت ہمیشہ سے کر رکھی تھی کہ جب کسی پیغمبر کا اسم گرامی آئے تو **علیه و علی نبینا الصلوٰۃ والسلام** یا **علیه السلام** کہوں۔ اور اگر کسی صحابی کا نام تنہا آئے تو **رضی اللّٰه عنه** کہوں اور اگر سند حدیث میں دوسرے اکابر کے ساتھ آئے تو **رضی اللّٰه عنه وعنهم** کہوں اور اگر ائمہ مذہب اور علماء و اولیاء سلف کا نام آئے تو **رحمهم اللّٰه تعالیٰ** کہوں خواہ اپنے مذہب کے ہوں یا شافعی، مالکی، حنبلی وغیرہ ہوں بشرطیکہ اہلِ سنت والجماعت ہوں۔

(۱۱) خواجہ ابراہیم ابن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ ایک کرسی پر رونق افروز ہیں میں حاضر ہوا تو ایک کھجور کا تہائی حصہ مجھے عطاء فرما کر کہا کہ باقی دو حصے اور مشائخ کے ذریعہ سے پہنچائے جائیں گے۔

(۱۲) دیکھا کہ گیارہ بارہ اولیاء اللہ کبار مشائخ میں سے تشریف لائے ہیں اور سب نے اجازت بیعت عطاء فرمائی ہے۔

(۱۳) دیکھا کہ ایک بہت بڑا میدان ہے اور اس میں آسمان سے معلق ڈول لٹک رہے ہیں جن کے وہ تار جن سے آسمان تک ان کا علاقہ ہے میں دیکھ رہا ہوں اور وہ ڈول برابر یکے بعد دیگرے آتے ہیں اور میں ڈولوں کو اُلٹتا ہوں تو مٹھائی زمین پر اقسام مختلفہ کی ڈھیر ہو جاتی ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ بہت بڑا ڈھیر مٹھائی کا ہو گیا ہے اور لوگ اس کو وہاں کھا رہے ہیں۔

(۱۴) اس زمانہ میں (جبکہ خواب دیکھا ہے) التزام کرتا تھا کہ باوضو سویا کروں چنانچہ باوضو شب کو چھت پر سویا تھا اور یہ مکان بقیع شریف اور حجرۂ مطہرہ کے تقریباً درمیان میں واقع تھا۔ نصف شب کے پہلے دیکھا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ تجھ کو امام زماں اور افسر حج بنائیں گے میں نے اس خواب کو شرم کی وجہ سے نہ حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز سے اور نہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے ذکر کیا اور اسی طرح والد صاحب مرحوم اور بھائی صاحب بلکہ غالباً سوائے حکیم فرزند علی صاحب مرحوم دہلوی (مہاجر مدینہ منورہ) کسی سے بھی ابھی تک ذکر نہیں کیا۔

(۱۵) دیکھا ایک بہت بڑا درخت ہے جس کی ٹہنیاں چاروں طرف پھیلی ہوئی سایہ فگن ہیں اس درخت کی سب سے فوقانی سطح پر سمجھ رہا ہوں کہ جناب باری عز اسمہ جلوہ فرما ہیں۔ ہیبت وجلال بے حد محسوس کر رہا ہوں اور کچھ اوپر سے ارشاد ہو رہا ہے (جس کی پوری تفصیل یاد نہیں رہی)۔

(۱۶) ایک روز مسجد نبوی کے اگلے حصہ کی محراب میں (جس کو محراب عثمانی کہا جاتا ہے۔ جہاں حضرت عثمانؓ نماز پڑھاتے وقت کھڑے ہوتے تھے) ذکر کر رہا تھا کہ نیند آ گئی دیکھتا ہوں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں۔

ان کو بارگاہِ الٰہی سے حکم ہوتا ہے کہ تم فنا ہو جاؤ۔ انھوں نے ایک برش پر جو کہ مثل اُلٹے طشت کے ہے اپنا سر فنا ہونے کے لیے رکھ دیا۔ اس خواب کو گنگوہ شریف لکھا تو جواب آیا کہ تیری نسبت عثمانی ہے اور اسی وجہ سے تو لوگوں سے حیاء کی بناء پر مسجد شریف چھوڑ کر جنگل میں ذکر کے لیے جاتا ہے۔

(۱۷) ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ میں مسجد شریف میں چار زانو بیٹھا ہوا ہوں اور حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز بائیں جانب تشریف فرما ہیں جناب رسول اللہ ﷺ داہنی طرف سے تشریف لائے اور آپ کے دست مبارک میں کوئی کتاب ہے۔

اشارات اور خدائی امداد :

نوٹ : چونکہ عادت یہ تھی کہ اگر کوئی تکلیف یا مصیبت آنے والی ہوتی تھی تو اس قسم کا کوئی خواب دیکھتا تھا جس میں بجز معیت و امداد اور کوئی امر مفہوم نہیں ہوتا تھا تو مجھ کو یہ فکر پیدا ہوئی کہ وہ کونسی صعوبت ہے جس کے دفعیہ کے لیے ہر دو مقدس آقا تشریف ارزانی اور امداد فرما رہے ہیں۔ دو ہی چار روز گزرے تھے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی آئے اور انہوں نے وہ عظیم الشان فتنہ ہمارے اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ اور ہم سبھوں کے متعلق اٹھایا کہ الامان والحفیظ مگر بفضلہٖ تعالیٰ وہ اور ان کی جماعت اس فتنہ میں جو کہ ہم سبھوں کے متعلق تھا کامیاب نہیں ہوئی اگرچہ اس کا اثر دیر تک کچھ نہ کچھ رہا۔

ان رویائے صالحہ کے علاوہ اور بھی رویاء واقع ہوئیں مگر مرورِ زمانہ کی بنا پر پوری یاد نہیں رہیں جن میں سے متعدد میں دودھ یا چھاچھ وغیرہ کا پینا بھی ہے۔

خواب احادیث اور اکابر کے اشارات کی روشنی میں :

اگرچہ حسب ارشادِ نبوی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ذهبت النبوة وبقيت المبشرات قالوا وما المبشرات يا رسول الله قال الرويا ء الصالحة يراها المؤمن او ترٰى له اور حسب ارشاد علیہ السلام من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطان لا یتمثل بی (او کما قال علیہ السلام) ان رویائے صالحہ سے بہت کچھ اُمیدیں وابستہ کی جا سکتی ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ حسب ارشاد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ و دیگر اکابر بعض اشیاء عالم مثال میں متحقق ہوتی ہیں مگر ان کا وجود اس قدر ضعیف ہوتا ہے کہ عالم شہادت تک پہنچتے پہنچتے وہ محو ہو جاتی ہیں اس لیے اگرچہ رویائے صادقہ میں عالم مثال کی کوئی چیز دیکھی گئی ہے مگر بعض اوقات عالم شہادت میں وہ متحقق الوقوع نہیں ہوتی نیز ہر رویا کے لیے شروط و موانع وغیرہ ہوتے ہیں جو بسا اوقات دیکھنے والے کے ذہن سے جاتے رہتے

ہیں اس لیے ان کو متیقن الوقوع نہیں کہا جاسکتا۔ بناء بریں ان رویائے صالحہ وغیرہ پر کوئی یقین بھی نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اوّلاً یہی امر مشتبہ ہے کہ آیا یہ رویاء منجملہ رویائے صالحہ ہیں بھی یا نہیں کہیں خیالات مستقرہ فی القلب کا عکس تو نہیں ہیں یا کسی خلط کے غلبہ کا شگوفہ یا اضغاث احلام وغیرہ میں سے تو نہیں اور اگر رویائے صالحہ میں سے ہو تو بھی اس کا من کل الوجود محفوظ رہنا مشتبہ ہے پھر اگر محفوظ بھی مانا جائے تو تعبیر مشتبہ رہ جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ بجز انبیاء علیہم السلام کی رویاء کے کسی کا خواب شریعت میں حجت نہیں۔

کشف والہام کی حیثیت :

نہ کسی کا کشف اور الہام قابلِ احتجاج ہے ہاں اُمیدیں باندھنا اور جناب باری عز اسمہ کی رحمتوں پر نظر رکھنا ہمیشہ بندوں کا فریضہ ہے **لا تقنطوا من رحمة الله** اور **انا عند ظن عبدی بی** جیسے ارشادات عالیہ بہت کچھ اُمیدیں دلانے والے ہیں اگرچہ نہایت افسوس کے ساتھ مجبوراً یہ ظاہر کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اپنی بداعمالی اور سوء احوالی اور آرام طلبی ونفس پروری وغیرہ ہر طرف سے مایوسی ہی دکھلا رہی ہے کیا عجب ہے کہ اکابر واسلاف کی جوتیوں کے طفیل میں مستقبل میں کسی وقت فضل وکرم خداوندی دستگیری فرمائے وماذالک علی اللہ بعزیز۔

(۱۸) احمد آباد جیل میں خواب میں دیکھا کہ ایک شخص اوپر سے کہہ رہا ہے کہ جو رحمت خداوندی حضرت شیخ الہند قدس اللہ سرہ العزیز کی طرف دنیا میں متوجہ کی گئی تھی وہ اب تیری طرف پھیر دی گئی۔

(۱۹) ایک مرتبہ ایک خواب بہت مفصل دیکھا جس میں سے اس قدر یاد ہے کہ میں حضرت شیخ الہند قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں حضرت بہت زیادہ الطاف فرمارہے ہیں میں نے عرض کیا حضرت مجھ کو اپنے ضمن میں لے لیجئے۔ غالباً حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے قبول فرمالیا اور پھر اسی خواب میں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی شرف حاضری حاصل ہونا دیکھا۔

(۲۰) ایک مرتبہ ہدایہ اخیرین میں ایک مسئلہ ایسا آگیا کہ بہت غور وفکر اور حواشی وشروح کے مطالعہ سے بھی حل نہ ہوسکا سخت عاجز ہوکر حجرۂ مطہرہ نبویہ پر حاضر ہوا اور بعد سلام ودرود عرض کیا تھوڑی ہی دیر میں سمجھ میں آگیا۔

(۲۱) (گنگوہ شریف میں) عصر کے بعد خدمت (حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ) میں قریب بیٹھ کر مشغولیت مراقبہ سے مجھ کو نہایت قوی اور بہت زیادہ فائدہ ہوتا تھا، چند دنوں کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ کسی میدان میں وہ گولر جو صحن حجرہ میں تھا اور اس کے سایہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ بیٹھا کرتے تھے کھڑا ہے اور اس میں گولر پکے ہوئے لگے ہیں کچھ لوگ ڈلے پھینک رہے ہیں تاکہ پکا ہوا گولر حاصل کریں، میں نے بھی یہی کوشش کی مگر کوئی گولر ہاتھ نہ آیا یکایک دیکھا

کہ ایک پکا ہوا گولر مع اس ٹہنی کے جس میں وہ لٹک رہا تھا خود بخود ٹوٹا اور لٹکتا ہوا نیچے اترتا ہوا آہستہ آہستہ میرے پاس آگیا اور میں نے ہاتھ میں لے لیا ہے اس خواب کو میں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ذکر کیا فرمایا کہ ثمرہ مقصود ہاتھ آئے گا۔

ایک روز عشاء کے بعد دوسرے خدام کے ساتھ میں بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا بدن دبا رہا تھا میں پشت کی طرف تھا دباتے دباتے آنکھ جھپک گئی تو دیکھا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ ۴۰ دن گزرنے کے بعد مقصود حاصل ہوگا اس تاریخ کے ٹھیک چالیس دن گزرنے پر عصر کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بھائی صاحب مرحوم سے فرمایا کہ اپنے اپنے عمامے لے آؤ بھائی صاحب لے آئے حضرت نے ہر ایک سر پر اُس کا عمامہ باندھا۔ جس وقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ میرے سر پر عمامہ باندھ رہے تھے مجھ پر زور دار گریہ طاری تھا اور اپنی کم مائگی اور خجالت کا شدید احساس تھا اس کے بعد بھائی صاحب سے فرمایا کہ جانتے ہو یہ کیسی دستار ہے! بھائی صاحب نے عرض کیا کہ دستارِ فضیلت ہے فرمایا کہ نہیں دستارِ خلافت ہے میری طرف سے تم دونوں کو اجازت ہے۔

(۲۲) ایک مرتبہ برقی کیفیت کے انوار پیش آئے حضرت رحمہ اللہ سے ذکر کیا تو وہ کیفیت بھی جاتی رہی ہاں یہ بہت پیش آیا کہ اپنے سامنے بدریا تیز روشنی کی شمع یا دائیں جانب ایک ایک یا دو دو شمع بین النوم والیقظہ دیکھتا تھا جس کی تعبیر ظاہر ہے یہ حالت مدینہ منورہ میں بھی اور بعد میں احمد آباد جیل وغیرہ میں بھی کبھی کبھی رہتی تھی جس سے حضرت مرشد قدس اللہ سرہ العزیز اور جناب رسول اللہ ﷺ کی روحانی امداد معلوم ہوتی ہے (ماخوذ از نقشِ حیات)

گستاخی کا نتیجہ :

ایک مرتبہ مولوی بازار میں جلسہ ہو رہا تھا اس میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے آپ کو دیکھ کر ایک اسٹوڈنٹ نے کچھ گالیاں دیں اور چل دیا راستے میں وہ دردِ شکم میں مبتلا ہوگیا اور خون کی قے شروع ہوگئی اس کے ایک رشتہ دار کو واقعہ معلوم ہوگیا تھا اس نے آکر حضرت سے معافی طلب کی اور دُعاء کے لیے اصرار کیا آپ نے پانی دم کر کے عنایت فرمایا اور طالب علم شفایاب ہوگیا۔ (مولانا برنوی)

بے ادبی کا انجام :

مولوی عبدالرحیم صاحب آزاد راوی ہیں کہ حضرت شیخ ایک جلسہ گاہ میں تشریف فرما تھے نبی گنج بھڑ گاؤں کے مولوی ممتاز الدین نے آپ کی پیشانی پر سجدہ کا نشان دیکھ کر ازراہِ تمسخر کہا کہ یہ جوتے کا داغ معلوم ہوتا ہے (نعوذ باللہ من ذالک)۔ لوگوں نے دیکھا کہ ابھی ایک مہینہ بھی نہیں گزرا تھا کہ اس گستاخ نے قادیانیت اختیار کرلی اور خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق بن گیا۔

حضرت شیخ کے ساتھ گستاخیوں کی سزا دنیا ہی میں مل گئی :

ایک مرتبہ بہاولپور سے حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب تشریف لائے۔ انہوں نے حضرت کے سامنے امرتسر کے رہنے والے ایک صاحب کے تأثرات بیان کرتے ہوئے بتایا کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت مدنی کے ساتھ جو گستاخیاں کی تھیں ان کی سزا دُنیا ہی میں مل گئی جس طرح ہم نے حضرت کے سامنے بدتہذیبی کا ننگا ناچ ناچا تھا ہمارے سامنے ہماری بہو بیٹیوں کو سرِ بازار نچایا گیا خدا اگر مجھے پَر دیدے تو میں اُڑ کر حضرت مدنی کی خدمت میں پہنچوں اور ان سے معافی طلب کروں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ باتیں سُن کر اظہارِ افسوس کیا اور ان صاحب کو معاف کر دیا۔ (مولانا عبدالحق صاحب دامانی مجاز حضرت شیخؒ)

اپنی گٹھڑی کی خیر منائیے :

ایک مرتبہ سہارنپور میں جمعیۃ العلماء کا جلسہ تھا۔ یہ اُس دور کی بات ہے جبکہ لیگ اور کانگریس کے ہنگامے ہو رہے تھے حضرت اس جلسہ میں تقریر کرنے والے تھے مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی نے دعوٰی کیا کہ میں سیاست میں مولانا مدنی سے مناظرہ کروں گا۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میاں ظفر احمد اپنی گٹھڑی کی خیر منائیں مگر وہ کب سننے والے تھے بہر حال حضرت کو آپ کے خدام نے یہ کہہ کر دیو بند واپس کر دیا کہ حضرت آپ کی تقریر کل ہوگی حضرت تو دیو بند واپس تشریف لے گئے لیکن چند دنوں کے بعد حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے میاں ظفر احمد صاحب تھانوی کی خلافت چھین لی۔ غالبًا اسی بات کی طرف حضرت مولانا الیاس صاحب نے اشارہ فرمایا تھا۔ (انفاسِ قدسیہ)

حضرت شیخ کو گالیاں دینے کا وبال :

آج بھی ایک صاحب حیات ہیں۔ یہ صاحب حضرت کو ایسی فحش گالیاں دیا کرتے تھے کہ دل لرزنے لگتا تھا قدرت نے ان سے انتقام لیا اور ان کے چہرے پر اس طرح آبلے پڑے کہ تمام منہ سوج گیا اور بالکل توے کی طرح سیاہ ہوگیا آج بھی یہ صاحب طبیب ہونے کے باوجود اپنے سیاہ چہرے کو درسِ عبرت بنائے ہوئے ہیں اور اعتراف کرتے ہیں کہ مجھے مولانا مدنی کو گالیاں دینے کی سزا ملی ہے۔ (انفاسِ قدسیہ)

گستاخانہ لب ولہجہ کا نتیجہ :

۴۷ھ رمضان المبارک کے موقعہ پر ٹانڈہ میں تراویح کے دوران ایک صاحب حضرت کو نہایت بھونڈے

لب ولہجہ میں بکثرت لقمہ دیا کرتے تھے انداز کچھ ایسا تھا کہ حاضرین کو انتہائی ناگوار ہوتا تھا لیکن حضرت کے خوف سے کوئی شخص کچھ کہہ نہیں سکتا تھا آخر کار ایک دن جب انہیں خون کی قے ہوئی تو انہیں بھی احساس ہوا کہ یہ ان کی بیہودگی کا نتیجہ ہے۔(انفاسِ قدسیہ)

علم سے محرومی :

ایک مرتبہ چند طلبہ نے اہتمام کے سامنے بھوک ہڑتال شروع کردی حضرت کو خبر ہوئی تو تشریف لائے اور ان لوگوں کو منع کیا اور فرمایا کہ آپ لوگ یہ طریقہ اختیار نہ کریں ہم آپ لوگوں کے مطالبے کو پورا کریں گے لیکن ان حضرات نے بھوک ہڑتال جاری رکھی۔ان بھوک ہڑتالی سلہٹی طلبا کی قیادت دو پنجابی طالب علم کررہے تھے اور جوشِ حماقت میں یہاں تک کہہ گئے کہ ہم دارالعلوم کی اینٹ سے اینٹ بجادیں گے بہرحال معاملہ کسی طرح رفع دفع ہوگیا اور ہڑتال ختم ہونے کے بعد دارالحدیث میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے اس تحریک میں حصہ لینے والوں سے سخت تکلیف پہنچی ہے میں ان کے حق میں بددعاء تو نہیں کرتا ہاں ان لوگوں نے اچھا نہیں کیا مختصر یہ کہ اس تحریک میں حصہ لینے والے آج بھی حیات ہیں لیکن نام نہاد مولوی ہونے کے باوجود علم سے یکسر محروم ہیں۔(انفاسِ قدسیہ)

حضرتؒ کی بددعاء کا اثر :

مولانا ظل الرحمٰن صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ دارالعلوم میں طلبہ اور علماء کا جلسہ ہوا ایک طالب علم نے جوش میں آکر حضرت مولانا عثمانیؒ کی شان میں گستاخانہ الفاظ استعمال کیے۔حضرت نے فوراً ہی اس کو ڈانٹا اور منع کیا لیکن وہ باز نہ آیا۔نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت نے اس سے فرمایا''جا! تو علم سے محروم ہوگیا''مولانا ظل الرحمٰن صاحب فرماتے ہیں کہ اس طالب علم کو میں نے دہلی میں دیکھا ہے کہ سر پر دیوانوں کی طرح خاک اُڑاتا پھرتا ہے۔(انفاسِ قدسیہ)

چارپائی سے ذکر کی آواز :

مولوی عبدالباری صاحب نبی گنجی ہیڈ ماسٹر جے۔کے اسکول فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ کریم گنج تشریف لائے ہوئے تھے ملاقات کی غرض سے میں بھی وہاں گیا حسنِ اتفاق سے اسی دن بدرپور میں جلسہ تھا خاکسار وہاں بھی پہنچا مدرسہ کے صحن میں ایک چھوٹی سی چارپائی پڑی ہوئی تھی میں اس پر بیٹھ گیا تھوڑی دیر گزری تھی کہ محسوس ہوا کہ ذکر کی آواز آرہی ہے ساتھ ہی چارپائی میں ارتعاش پیدا ہوا مجھ پر خوف اور گھبراہٹ کی کیفیت طاری ہوئی اور میں وہاں سے اُٹھ گیا میں نے تفتیش کی تو پتہ چلا کہ حضرت شیخ نے اس چارپائی پر بیٹھ کر وضوء فرمایا ہے اور یہ چارپائی اسی غرض سے رکھی گئی ہے۔مولوی عبدالباری صاحب نے یہ واقعہ مولانا برنوی کو بیان کیا جبکہ آپ اعتکاف میں تھے۔

روضۂ مطہرہ سے آپ کو سلام کا جواب ملا :

مولانا قاضی سجاد حسین صاحب صدر المدرسین مدرسہ عالیہ فتحپوری (دہلی) تحریر فرماتے ہیں : حضرت مولانا مشتاق احمد صاحب انبیٹھوی مرحوم مفتی مالیر کوٹلہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہار نپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر تھے جن کو خدا نے علم ظاہری کے ساتھ تقویٰ اور طہارت باطنی کی دولت سے بھی نوازا تھا صاحب سلسلہ بزرگ تھے اور تقریباً سو سال کی عمر میں اب (۵۸ء) سے تقریباً ۱۵ سال قبل عالم آخرت کی طرف رحلت فرما ہوئے اس خادم کو مرحوم سے شرفِ نیاز حاصل تھا جب کبھی دہلی تشریف فرما ہوتے اکثر و بیشتر حاضری کی سعادت حاصل ہوتی تھی چونکہ حضرت شیخؒ سے بھی اس خادم کو شرفِ تلمذ حاصل ہے۔ اس تعلق کے لحاظ سے مرحوم سے اثنائے ملاقات حضرت شیخ کا بھی ذکر آجایا کرتا تھا ایک ملاقات میں مرحوم نے فرمایا کہ :

> ایک بار زیارتِ بیت اللہ سے فراغت کے بعد دربارِ رسالت میں حاضری ہوئی تو مدینہ طیبہ کے دورانِ قیام مشائخ وقت سے یہ تذکرہ سنا کہ اِمسال روضۂ اطہر سے عجیب کرامت کا ظہور ہوا ایک ہندی نوجوان نے جب بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھا تو دربارِ رسالت سے ''وعلیکم السلام یا ولدی'' کے پیارے الفاظ سے اس کو جواب ملا۔ مولانا مرحوم نے فرمایا اس واقعہ کو سُن کر قلب پر ایک خاص اثر ہوا مزید خوشی کا سبب یہ بھی تھا کہ یہ سعادت ہندی نوجوان کو نصیب ہوئی ہے۔ دل تڑپ اُٹھا اور اس ہندی نوجوان کی جستجو شروع کی تا کہ اس محبوب بارگاہ رسالت کی زیارت سے مشرف ہو سکوں اور خود اس واقعہ کی بھی تصدیق کرلوں تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ وہ ہندی نوجوان سیّد حبیب اللہ مہاجر مدنی کا فرزند ارجمند ہے۔ مرحوم نے فرمایا کہ سیّد صاحب سے ایک گونہ تعارف و تعلق بھی تھا گھر پر پہنچا ملاقات کی اپنے اس دوست کے سعادت مند سپوت ہندی نوجوان کو ساتھ لے کر گوشۂ تنہائی میں چلا گیا اپنی طلب و جستجو کا راز بتایا اور واقعہ کی تصدیق کی ابتداءً خاموشی اختیار کی، لیکن اصرار کے بعد کہا ''بے شک جو آپ نے سُنا وہ صحیح ہے''۔ یہ واقعہ بیان فرمانے کے بعد مولانا مرحوم نے فرمایا: سمجھے؟ یہ ہندی نوجوان کون تھا؟ یہی تمہارے استاذ مولانا حسین احمدؒ۔

اللہ تعالیٰ حافظ وناصر ہے :

مولانا عطاء اللہ صاحب بخاری پر جس زمانہ میں سر سکندر حیات کی حکومت نے ایک مقدمہ چلا رکھا تھا جس میں

پھانسی کی سزا کا اندیشہ تھا اور لوگ سخت پریشان تھے اس وقت کچھ لوگ نہایت متفکرانہ انداز میں حضرت کی خدمت میں دعاء کی درخواست کرنے آئے۔ حضرت سب کی سنتے رہے آخر میں کچھ فرمایا جس کا خلاصہ غالباً یہ تھا کہ راہِ حق میں قربان ہو جانا تو بہت بڑی سعادت ہے اس میں فکر کی کونسی بات ہے بہرحال اللہ تعالیٰ حافظ و ناصر ہے۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت کی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی اور شاہ صاحب موصوف بری ہو گئے۔ (مولانا سید طاہر حسن صاحب)

ابر کا ٹکڑا :

حضرت مولانا سیّد حمید الدین صاحب زید مجدہم شیخ الحدیث مدرسہ عالیہ کلکتہ تحریر فرماتے ہیں :

مجھ سے ریاست علی خاں صاحب مرحوم ساکن رسول پور تحصیل ٹانڈہ ضلع فیض آباد نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اور حضرت مولانا (مدنیؒ) اور میاں سیّد بشیر الدین صاحب حضرت مولانا کی سُسرال قتال پور ضلع اعظم گڑھ جا رہے تھے۔ تینوں آدمی گھوڑے پر سوار تھے اور گرمی کی شدت سے پریشان تھے میں نے حضرت مولانا سے عرض کیا کہ حضرت! دھوپ کی شدت سے سخت پریشانی ہے حضرت مولانا خاموش رہے تھوڑی دیر میں میں نے دیکھا کہ ابر کا ٹکڑا نمودار ہوا اور بڑھتے بڑھتے ہم لوگوں پر سایہ فگن ہو گیا اب نہایت آرام سے ہم لوگ چلنے لگے تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ دور سے پانی برستا ہوا آ رہا ہے میں نے حضرت مولانا سے عرض کیا کہ وہ دھوپ ہی اچھی تھی اب تو بھیگتے ہوئے سسرال پہنچیں گے حضرت مولانا پھر خاموش رہے یہاں تک کہ پانی سر پر آ گیا لیکن خدا کی قدرت ہر چہار طرف پانی برس رہا تھا گھوڑے پانی میں چل رہے تھے لیکن ہم لوگوں پر پانی کا کوئی قطرہ نہیں پڑ رہا تھا۔

چونکہ خاں صاحبؒ نے سیّد بشیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہونے کا تذکرہ فرمایا تھا۔ اس لیے میں نے ان سے بھی اس واقعہ کا ذکر کیا تو انھوں نے بھی تصدیق فرمائی۔

مکان کب سے نہیں گئے؟

مولانا سلطان الحق صاحب قاسمی ناظم کتب خانہ دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں کہ ۱۳۵۲ھ کا واقعہ ہے۔ ۱۲ سال کی تمناؤں کے بعد میرے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے نعمان رکھا۔ اس وقت اہل خانہ اپنے وطن حبیب والہ ضلع بجنور ہی میں رہتے تھے۔ تقریباً ۹ ماہ کے بعد حضرت کی خدمت میں بعد نماز مغرب حسب عادت حاضر ہوا۔ حضرت نے دیکھتے ہی فرمایا مکان کب سے نہیں گئے؟ (میرا قیام اس وقت بسلسلۂ تعلیم دیوبند تھا) میں نے عرض

کیا کہ تقریباً چار ماہ ہو گئے فرمایا کہ گھر جاؤ گھر والوں کا بھی حق ہے میں نے کہا کہ سہ ماہی امتحان قریب ہے، اس کے بعد ارادہ ہے ارشاد ہوا کہ امتحان بعد بھی ہو آنا اور اب بھی جاؤ چنانچہ میں نے ارادہ کرلیا مگر کسی وجہ سے تین روز کی تاخیر ہوگئی تیسرے روز گھر سے تار پہنچا کہ نعمان کا انتقال ہو گیا ہے جانا طے ہی تھا فوراً چل پڑا گھر پہنچ کر نعمان کی بیماری کے جو حالات معلوم ہوئے ان سے یہ اندازہ صحیح طور پر قائم ہوا کہ گھر جانے کے بارے میں حضرتؒ کے فرمانے کا جو وقت تھا وہی نعمان کی بیماری کی شدت کا وقت تھا اور انجام کار یہی شدت اس کی موت کا سبب ہوئی۔

بادل ہٹ گئے :

حضرت مولانا مفتی جمیل الرحمٰن صاحب رقم طراز ہیں کہ: ہندوستان کی آزادی سے کچھ عرصہ پیشتر کا واقعہ ہے کہ سہنس پور ضلع بجنور میں بڑے پیمانہ پر پولیٹیکل کانفرنس منعقد ہوئی حضرت قدس سرہ غالباً شب کی گاڑی سے وہاں رونق افروز ہوئے۔ کانفرنس کے پنڈال اور میدان کو عمدہ طور پر سجایا گیا تھا۔ جون کا مہینہ تھا پیشتر سے آسمان صاف تھا لیکن تاریخ انعقاد کی شب میں اچانک زور شور کے ساتھ گھٹا اُٹھی اور صبح ہوتے ہوتے بارش کے آثار نزدیک ہو گئے یہ دیکھ کر کانفرنس کے منتظمین گھبرا گئے اور وہ ایک وفد کی شکل میں حضرت کی خدمت میں بارش کے التواء کی غرض سے حاضر ہوئے آپ نے کچھ اس طرح فرما کر ٹال دیا کہ آپ محض اپنی رونق کی خاطر کاشتکاروں کی منہ مانگی مراد کو ملیا میٹ کردینا چاہتے ہیں اس کے بعد حضرت والا خیمہ کے بغلی کمرہ میں آرام فرما ہو گئے اور مجمع وہاں سے چلا آیا آمدم برسرِ مطلب اسی دوران میں راقم الحروف کو جلسہ گاہ میں ایک برہنہ سر مجذوبانہ ہیئت کے غیر متعارف شخص نے علیحدہ لے جا کر ان الفاظ میں ہدایت کی کہ مولوی حسین احمد سے کہہ دو کہ اس علاقہ کا صاحب خدمت میں ہوں اگر وہ بارش ہٹوانا چاہتے ہیں تو یہ کام میرے توسط سے ہوگا۔ راقم الحروف اسی وقت خیمہ میں پہنچا جس پر حضرت والا نے آہٹ پا کر وجہ آمد معلوم فرمائی اور اس پیغام کو سُن کر ایک عجیب پُر جلال انداز میں بسترِ استراحت ہی پر ارشاد فرمایا جایئے کہہ دیجیے بارش نہیں ہوگی چنانچہ باہر آکر یہ جواب پہنچانے کے لیے ہر چند ان صاحب کو تلاش کیا لیکن خُدا ہی جانتا ہے کہ وہ کہاں چلے گئے وہ تو نہیں ملے لیکن تھوڑی دیر کے بعد گھرے ہوئے تہ بتہ بادل ہٹنا شروع ہو گئے اور منٹوں ہی میں آسمان صاف ہو گیا پھر جب تک کانفرنس جاری رہی بارش نہیں ہوئی۔

پھانسی کا حکم منسوخ ہو گیا :

منشی محمد حسین صاحب کاوی نے ایک واقعہ صاحبزادہ مولانا اسعد صاحب سلمہ کے سامنے یہ نقل کیا کہ جس زمانہ میں حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ سابرمتی جیل میں تھے اُسی زمانہ میں منشی محمد حسین صاحب بھی وہاں سیاسی قیدی کی

حیثیت سے تھے۔ منشی محمد حسین صاحب حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن شریف اور دینیات پڑھا کرتے تھے ایک اخلاقی قیدی کو پھانسی کی سزا کا حکم ہوگیا اس نے منشی محمد حسین صاحب سے ذکر کیا کہ تم اپنے باپو سے کہو کہ میرے لیے دعا کریں کہ رہا ہو جاؤں منشی محمد حسین صاحب نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی۔ دو ایک مرتبہ تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ڈانٹ دیا پھر ایک دن منشی محمد حسین صاحب نے بہت اصرار کیا تو فرمایا کہ اچھا اس سے کہو کہ فلاں وظیفہ پڑھا کرے۔ چنانچہ اس نے دو تین روز تک وظیفہ پڑھا مگر اس کے دل کو تسکین نہ ہوئی پھر اس نے کہلایا کہ باپو سے کہو کہ دعاء کریں منشی محمد حسین صاحب حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے بہت مصر ہوئے تو حضرت نے فرمایا کہ اچھا جا کر اس سے کہو کہ وہ رہا ہوگیا۔ منشی محمد حسین صاحب نے اس قیدی سے جا کر کہا کہ باپو نے کہہ دیا کہ تو رہا ہوگیا۔ دو ایک روز گزرنے کے بعد اس قیدی نے پھر بے چینی کا اظہار کیا کہ اب تک کوئی حکم نہیں آیا اور میری پھانسی میں چند روز ہی رہ گئے ہیں۔ منشی محمد حسین نے پھر آکر عرض کیا تو فرمایا: میں نے کہہ تو دیا کہ وہ رہا ہوگیا۔ اس کے بعد دو ایک یوم مقررہ تاریخ میں رہ گئے تھے کہ اس کی رہائی کا حکم آگیا۔

دُعاء کی برکت :

(۱) بچپن میں میری چشم و ابرو میں موذی جرثومے تھے میں نے قرآن حکیم حفظ کرلیا تو تکمیلِ حافظہ کی مسرت کے موقعہ پر حضرت تشریف لائے حضرت سے دعاء کی درخواست کی گئی حضرت نے دعاء فرمائی وہ دن اور آج کا دن یہ جرثومے خدا کے فضل اور حضرت کی دعاء کی برکت سے غائب و ناپید ہوگئے۔ (مولانا عبدالرحمٰن صاحب کچھراؤں)

(۲) سلہٹ میں ایک مرتبہ شہر کے کسی حصہ میں آگ لگ گئی حضرت اس وقت سلہٹ ہی میں موجود تھے لوگوں نے آپ سے دعاء کی درخواست کی آپ کا دعاء میں مصروف ہونا تھا کہ اچانک آگ بجھ گئی لوگ یہ دیکھ کر نہایت متاثر ہوئے (مولانا لطف الرحمٰن صاحب برنوی)

قبولیت دعاء :

ایک بار حضرتؒ جولائی میں لاہر پور تشریف لائے امساک باراں (قحط) کی وجہ سے سخت پریشانی تھی میں نے مغرب سے متصل حضرتؒ سے دعاء کے لیے عرض کیا۔ دعاء فرمائی اور مولانا ابوالوفا صاحب کی طرف متوجہ ہوکر بڑی حسرت سے فرمایا:

یظن الناس بی خیرا وانی   لشر الناس ان لم یعف عنی

یعنی لوگ میرے ساتھ حسنِ ظن رکھتے ہیں حالانکہ اگر میری مغفرت نہ ہو تو میں سب سے بُرا آدمی ہوں

حضرتؒ کی دعاء کے بعد ابھی جلسہ کے لیے فرش بچھائے جا رہے تھے کہ عشاء سے قبل ہی بارش ہوگئی (حاجی صاحب لاہر پوری)

رُوحانی تصرف :

میری لڑکی ریحانہ کی عمر تقریباً چار پانچ سال کی تھی گلسوے نکلے تمام چہرہ متورم ہوگیا تھا بخار بہت تیز تھا ڈاکٹر نے مرہم لگایا اور اس پر روئی رکھ کر پٹی باندھ دی تھی لڑکی بخار کی شدت کی وجہ سے غافل تھی دفعتہً اس نے چیخنا شروع کر دیا کہ مولانا دادا آئے ہیں مولانا دادا آئے ہیں اُٹھ بیٹھی اور پٹی نوچنی شروع کر دی ہم لوگ پریشان ہوگئے کہ سرسام ہوگیا ہے لیکن ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جبکہ ذرا دیر کے بعد نہ بخار تھا اور نہ ورم۔ ریحانہ بالکل اچھی تھی حالانکہ اس نے اپنے ہوش میں حضرت کو دیکھا بھی نہ تھا۔ (لاہر پوری صاحب)

ایک حیرت انگیز کرامت :

مدینہ منورہ میں قبلہ دکن جانب ہے قبہ خضراء پورب کے گوشہ میں واقعہ ہے پچھم جانب باب الرحمۃ کے متصل دارالامان میں حضرت درس دے رہے تھے قبہ خضراء کی جالیاں سامنے تھیں تلامذہ میں سے ایک صاحب کو حیات النبی ﷺ کے متعلق کافی شکوک تھے دورانِ درس ایک بار انھوں نے جو نگاہیں اُٹھائیں تو سامنے نہ قبہ خضراء تھا اور نہ جالیاں بلکہ حضور نبی کریم ﷺ خود تشریف فرما تھے انھوں نے کچھ کہنا چاہا (شاید دوسرے طلبہ کو متوجہ کرنا چاہتے ہوں) تو حضرت نے اشارے سے منع فرمایا۔ اب جو دیکھتے ہیں تو سب چیزیں اپنی سابقہ حالت پر تھیں۔ اس وقت مجھے مطلق یاد نہیں آرہا ہے کہ یہ واقعہ مجھ سے کہاں بیان کیا گیا ہندوستان میں یا مدینہ منورہ میں۔ (حاجی احمد حسین لاہر پوری)

تالاب کی مچھلیاں کنارے پر آگئیں :

ایک مرتبہ حضرت نے ایک تالاب کے کنارے فضیلتِ ذکر پر تقریر فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ دریا کی مچھلیاں تک اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہتی ہیں۔ یہ فرمانا تھا کہ سینکڑوں آدمیوں نے دیکھا کہ تالاب کی مچھلیاں تڑپ تڑپ کر کنارے پر آنے لگیں۔

یہ کونسا اسٹیشن ہے؟ ادراکِ نسبت کا دلچسپ واقعہ :

قاضی محمد زاہد الحسینی تحریر فرماتے ہیں کہ: حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۴۶ء میں انتخابی دورہ فرماتے ہوئے صوبہ سرحد کو اپنے قدم سے شرف بخشا۔ مجھے ۲۷ جنوری ۱۹۴۶ء کو پتہ چلا کہ میں پشاور کے ارادہ سے جب نوشہرہ

سے کچھ آگے گزرا تو لبِ سڑک کھڑے ہوئے مشتاقانِ دید سے معلوم ہوا کہ حضرت ابھی نوشہرہ تشریف لا رہے ہیں میں وہیں بس سے اتر کر جان نثاروں کی صف میں کھڑا ہو گیا تھوڑی دیر کے بعد کوکب جلال و جمال حسینیت کا پرچم لہراتا ہوا جلوہ افروز ہوا تقریباً چار میل کا فاصلہ طے ہو کر جلسہ گاہ میں تشریف فرما ہوئے، جہاں پہلے سے تقریر کا انتظام کیا گیا تھا۔ حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی تقریر کے بعد حضرتؒ نے ارشادات سے نوازا۔ پروگرام ختم ہونے کے بعد میں نے واپسی کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ نے حضرت بادشاہ گل صاحب سے فرمادیا کہ پروگرام بتادیں۔

حضرت تو کسی اور جگہ تشریف لے گئے اور میں سیدھا گھر چلا آیا اور یہاں آکر مشتاقانِ دید کو اطلاع کردی کہ کل ۲۸؍جنوری کو صبر حسینیؓ کا علمبردار کیمبلپور سے گزرے گا چنانچہ اکثر احباب ۲۸؍کو کیمبلپور پہنچ گئے، شام کو حضرت کے استقبال اور زیارت کے لیے مسلمانانِ کیمبلپور کا ایک انبوہ جس کی قیادت میں سید میر حضرت شاہ صاحب مرحوم ایڈوکیٹ پیش پیش تھے ریلوے اسٹیشن پر پہنچا گاڑی کے پہنچتے ہی حضرت نے سب سے مصافحہ فرمایا اور اسٹیشن کے برآمدہ میں نماز باجماعت ادا فرمائی، جس کے امام آپ خود بنے۔ جب ریل کیمبلپور سے چلی تو یہ سیہ کار بھی ڈبہ میں سوار ہو گیا۔ ٹکٹ پہلے ہی راولپنڈی کا لے رکھا تھا، گاڑی میں کھانا گرم کیا گیا اور راس (راقم الحروف) نے میزبانوں کے بادشاہ کے ساتھ کھانا کھایا۔ کتنا پر لطف اور پر کیف وہ منظر تھا۔ کھانے کے بعد آپ اپنی برتھ پر لیٹ گئے احقر آگے بڑھا اور پاؤں دبانے کی سعادت حاصل کرنی شروع کردی دل میں ڈر رہا تھا کہ یہ پیکرِ انکسار و مجسمہ تواضع مجھ کو روک نہ دیں مگر اس آن دلربائی کے قربان کچھ بھی نہ فرمایا۔ جی کھول کر سعادت حاصل کی حتی کہ گولڑہ کے اسٹیشن پر ریل آکر کھڑی ہوئی۔ راستہ میں کسی بھی اسٹیشن پر کچھ دریافت نہ فرمایا تھا لیکن یہاں پہنچتے ہی فرمایا کون سا اسٹیشن ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ''گولڑہ'' ہے۔ یہ سُن کر فرمایا گولڑہ شریف! (جہاں تک خیال ہے چونکہ) حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ کے گلشنِ صابری کا ایک سدابہار پھول یہاں بھی عطر بیز ہے۔ اسی لیے اس مقام کی جانب خصوصی طور پر آپ متوجہ ہوئے۔ (انتھٰی بلفظہ بتغییر یسیر)

تصرف باطنی :

حاجی احمد حسین صاحب لاہر پوری تحریر فرماتے ہیں کہ: ابتداء میں شامتِ اعمال سے فجر وظہر کے وقت میری آنکھ نہ کھلتی تھی اور نماز فوت ہو جایا کرتی تھی۔ میں نے اپنی حالت سے حضرت کو مطلع کیا۔ سخت تنبیہ فرمائی۔ چنانچہ مکتوب نمبر ۲۸ ص ۷۷ مکتوبات شیخ الاسلام میں اسی طرف اشارہ ہے۔ اس کے بعد سے میری یہ کیفیت ہوگئی کہ بلاناغہ فجر وظہر کے وقت خواب میں حضرت کو غصے کی حالت میں فرماتے دیکھتا تھا کہ کیوں نماز پڑھنے کا ارادہ نہیں ہے؟ میں گھبرا کر اُٹھ بیٹھتا تھا۔ یہ کیفیت تقریباً ایک ماہ رہی جب اچھی طرح نماز کا پابند ہو گیا یہ کیفیت ختم ہوگئی۔

(بقیہ صفحہ ۶۳)

رپورٹ: بنوں (جمشید خان سوکڑی)

﴿جزیرۃ العرب کی اہمیت﴾

جمعیت علماء اسلام و متحدہ مجلسِ عمل ضلع بنوں کے سیکرٹری اطلاعات محمد نیاز خان نے کہا ہے کہ حالیہ عراق پر مظالم کی داستان کوئی نئی داستان نہیں، عراق عالمِ اسلام کا وہ خطہ ہے جس کو اسلامی تاریخ میں "مدینۃ العلم" کہا جاتا ہے اسلامی تاریخ کے اوراق میں بالاتفاق مدینہ منورہ کے بعد مسلمانوں کا دوسرا دارالخلافہ ہے۔ عراق پر طوفان آتے رہے اور طوفانوں کا مقابلہ بھی ہوتا رہا۔ ہلاکو خان و چنگیز خان کی داستانیں عراق ہی سے وابستہ ہیں معلوم نہیں کہ دجلہ و فرات کی موجیں کس کس کو یاد کر رہی ہوں گی۔ عراق پر حملہ درحقیقت صلیب پرست سامراج کی اسلام کو مصلوب کرنے کی ناپاک کوشش ہے۔

اخباری نمائندوں سے گفتگو کرتے ہوئے محمد نیاز خان نے مزید کہا کہ عصرِ حاضر کے دجالِ اکبر نے جو طریقہ اپنایا ہوا ہے وہ درحقیقت دعوت یہودیت کی صحیح ترجمانی ہے موجودہ دور میں عراق پر حملہ سے جو لوگ امریکہ کی حمایت کریں گے اس ملک کے حکمران مسلمان رہ سکتے ہیں یا نہیں؟ سوال یہ ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر پیغمبر اسلام ﷺ نے عرفات کے پاک میدان میں اپنی پاک زبان سے ایک اعلامیہ جاری فرمایا تھا کہ "جزیرۃ العرب میں یہودیوں کو رہنے نہ دیا جائے۔" یہ کوئی معمولی بات نہیں جزیرۃ العرب میں غیر مسلم اقوام کی افواج کا رہنا شرعی طور پر قطعاً حرام ہے۔ جغرافیائی لحاظ سے کوفہ و بصریٰ کی سرزمین جزیرۃ العرب میں داخل ہے جزیرۃ العرب کی حفاظت کرنا نماز کی طرح فرض ہے۔ اسلامی تاریخ کے جرنیل اعظم حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے ایک دن پہلے جزیرۃ العرب کو یہودیوں سے پاک کرنے کا حکم فرمایا اس وقت پوری اُمت پر فرضِ عین ہے کہ وہ جزیرۃ العرب کا دفاع کریں۔ آخر میں انہوں نے مزید کہا کہ پوری دنیا کی سرزمین کی نوعیت جدا ہے اور جزیرۃ العرب کی نوعیت الگ ہے اور یہ اسلام کی ابدی سرزمین ہے اگر اسلامی ممالک کے حکمرانوں نے عراقی مسلمانوں کا ساتھ نہ دیا تو یہ حکمران دنیا و آخرت میں رُسوا ہوں گے آج بھی صلاح الدین ایوبی کی روح بزبانِ حال یہ کہتی ہے کہ "مسلمانو! عراق کی تاریخ کا خیال کرو عظمت رفتہ کی اسی فیصد یادیں بغداد سے وابستہ ہیں" انہوں نے کہا کہ اگر حکومت پاکستان نے اس سلسلہ میں امریکہ کی حمایت کی تو ملک بھر کے علماء کرام کو چاہیے کہ ان حکمرانوں کے بارے میں شرعی فتویٰ صادر کریں۔ قوم کے سامنے واضح پالیسی بیان کر کے اپنے آپ کو اللہ کے عذاب سے بچائیں۔

☆

قسط : ۱

حفاظتِ دین

حضرت مولانا منیر احمد صاحب
جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا

☆

حفاظتِ دین کے لیے تین چیزوں کی حفاظت ضروری ہے: (۱) قرآن (۲) حدیث اور (۳) فقہ........ان تین چیزوں کی حفاظت کے حصار میں دین ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس طرح مضبوط و محفوظ ہو جاتا ہے کہ الحاد، زندقہ، تحریف، بدعت جیسے فتنوں کے تمام راستے مسدود ہو جاتے ہیں اور کوئی بھی مذہبی فتنہ قصرِ دین کی طرف نہ راہ پا سکتا ہے نہ اس میں کوئی دراڑ ڈال سکتا ہے۔ مذکورہ بالا اجمال کی تفصیل معلوم کرنے کے لیے قرآن و حدیث اور فقہ کی حقیقت کا جاننا ضروری ہے جب ان کی حقیقت معلوم ہو جائے گی تو آپ خود اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کہ دین کی حفاظت کے لیے ان تین چیزوں کی حفاظت ناگزیر ہے۔

حقیقتِ قرآن :

علم شناس لوگ جانتے ہیں کہ جبرئیل امین جب نبی پاک ﷺ پر قرآن کی وحی پیش کرتے تو آپ ﷺ جبرئیل امین کے ساتھ ساتھ پڑھنے کی کوشش فرماتے اور زبان کو تیز تیز حرکت دیتے۔ ظاہر ہے کہ بیک وقت سننا اور پڑھنا مشکل ترین کام ہے اس میں کافی دقت و مشقت بھی ہے اور توجہ تام میں رکاوٹ کا موجب بھی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جب جبرئیل امین آپ پر قرآن کی وحی پیش کریں تو آپ اس طرح خاموش رہیں اور خاموش رہ کر توجہ سے سنیں کہ آپ کی زبان حرکت بھی نہ کرے فرمایا **لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ** آپ قرآن کے پڑھنے کے لیے زبان کو جلدی جلدی حرکت نہ دیا کریں، رہی یہ بات کہ اگر جبرئیل کے ساتھ ساتھ پڑھ کر وحی کو ضبط نہیں کریں گے تو آپ صحابہ کرام کو سنائیں گے کیسے؟ اور پڑھائیں گے کیسے؟ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے تسلی دی اے محبوب! آپ قرآن کے فوت ہونے یا بھول جانے کا خوف نہ کریں قرآن کو آپ کے سینے میں جمع کرنا آپ کے مبارک سینہ کو قرآن کا خزینہ بنانا، خزینہ بنا کر اس کو آپ کی زبان مبارک سے پڑھانا ہمارے ذمے ہے فرمایا **ان علینا جمعہ و قرآنہ** بے شک آپ کے سینہ میں قرآن کو جمع کرنا اور اس کا پڑھانا ہمارے ذمہ ہے۔ جب یہ ذمہ داری ہم نے لے لی تو بوقت وحی اور تلاوت جبرئیل کے

وقت آپ کا کام یہ ہے کہ سنیں اور خاموش رہیں **فاذا قرأناہ فاتبع قرآنہ** بخاری ج ۱ ص ۳ پر حضرت ابن عباسؓ سے اس کی تفسیر یہ منقول ہے کہ جب ہم جبرئیل کی زبانی آپ پر قرآن پڑھیں تو آپ پوری توجہ سے سنیں اور خاموش رہیں اللہ تعالیٰ نے الفاظِ قرآن کے جمع کرنے اور پڑھانے کی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ ایک اور ذمہ داری بھی لی کہ الفاظِ قرآن کے خوبصورت قالب میں پنہاں معانی قرآن کی وضاحت وتفسیر اور الفاظِ قرآن کے جلو میں مستور معارف ومسائل اور علوم وحقائق کی گرہ کشائی آپ سے کرانا وہ بھی ہمارے ذمہ ہے فرمایا **ثم ان علینا بیانہ** پھر قرآن کا بیان کرانا یعنی قرآن کے معانی وتفسیر کو آپ کی زبان سے بیان کرانا بھی ہمارے ذمہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کے الفاظ اور الفاظ کے معانی دونوں متعین ہیں اور دونوں **منزل من اللّٰہ** ہیں **ان علینا جمعہ وقرآنہ** اور **ان علینا بیانہ** میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے تعینِ الفاظ اور تعینِ معانی کا واضح اعلان ہے قرآن کریم کے پارہ نمبر ۱، ۲، ۴، ۲۸ میں فرائض نبوت میں سے دو فرض یہ بتائے گئے ہیں: تلاوت کتاب اور تعلیم کتاب۔ تلاوتِ کتاب کا تعلق الفاظ کے ساتھ ہے اور تعلیم کتاب کا تعلق معانی قرآن کے ساتھ پس قرآن نے اپنی حقیقت خود بتادی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ متعین الفاظ ومتعین معانی کے مجموعہ کا نام قرآن ہے اگر معانی وہی رہیں الفاظ بدل جائیں تو قرآن کا ترجمہ یا ترجمانی ہے قرآن نہیں اور اگر الفاظ وہی رہیں اور معانی بدل جائیں تو اس کا نام تحریف قرآن ہے قرآن نہیں قرآن تبھی قرآن کہلائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ الفاظ ہوں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیان کردہ معانی ہوں پس ان متعین الفاظ اور متعین معانی کے مجموعہ کا نام قرآن ہے اللہ کروڑوں رحمتیں نازل کرے علماء اصول پر کہ انھوں نے کتاب وسنت کی روشنی میں صدیوں پہلے اصول فقہ کی کتابوں میں قرآن کی اسی حقیقت کو ان لفظوں میں لکھ دیا ہے۔ **وھو اسم للنظم والمعنیٰ جمیعا** کہ قرآن نظم (یعنی الفاظِ قرآن) اور معنی کے مجموعہ کا نام ہے۔

حسنِ ادب اور حسین تعبیر :

قربان جایئے علماء اصول کے حسنِ ادب اور حسین تعبیر پر کہ انہوں نے الفاظ قرآن کو لفظ نظم کے عنوان سے ذکر کیا ہے اگر چہ مصداق دونوں کا ایک ہی ہے ایک ہی حقیقت کے دو مختلف عنوان ہیں ایک ہی معبَّر کی دو مختلف تعبیریں ہیں لیکن اس اختلافِ عنوان اور اختلافِ تعبیر سے علماء اصول کے عمیق علم، اعلیٰ ادب، حکمت ودانش، تعلق مع اللہ، فکر آخرت اور خوف خدا کی جھلک خوب نمایاں ہوتی ہے کیونکہ نظم کا معنی ہے دھاگے میں موتیوں کو پرو کر ہار بنانا۔ اور لفظ کا معنی ہے کھجور کی گٹھلی کو منہ سے پھینکنا پس لفظ نظم سے اشارہ ہے کہ الفاظ قرآن موتی ہیں جو فصاحت وبلاغت کی لڑی میں پروئے گئے ہیں۔ اسی طرح علماء تفسیر نے علم تفسیر میں قرآن کے اندر جو فن بلاغت کے اعتبار سے سجع بندی (یعنی قافیہ بندی) ہے اس کو

رعایت فاصلہ کے ساتھ تعبیر کیا ہے یعنی آیات یا جملات کا اختتام ایک جیسے لفظ پر ہو جیسے والضحی واللیل اذا سجی. ماودعک ربک وماقلی .وللآخرة خیرلک من الاولی اس کو علمِ بلاغت کی اصطلاح میں سجع بندی کہا جاتا ہے۔ جو قرآن کریم میں بہت ہی اعلیٰ معیار پر موجود ہے لیکن سجع کا معنٰی کبوتری کا آواز کرنا۔ اس لیے مفسرین حضرات نے اس تعبیر کو قرآن کریم کے لیے ناپسند کیا اور اس کی جگہ رعایت فاصلہ کی تعبیر اختیار کی ہے فقہ حنفی کے مطابق اگر بدن یا کپڑے پر ایک درہم کی مقدار نجاست لگی ہوئی ہو اور لاعلمی کی حالت میں نماز پڑھ لی جائے تو بہتر یہ ہے کہ اس نماز کو دوبارہ پڑھا جائے تاہم اگر دوبارہ نہ بھی پڑھی جائے تو فرض ادا ہو جاتا ہے اور مقدارِ درہم نجاست معاف ہے اس کی دلیل حدیث میں موجود ہے حدیث پاک میں ہے کہ صحابہ کرامؓ پتھر کے ساتھ استنجاء پر اکتفاء کرتے پھر اسی حالت میں وضو کر کے نماز ادا کرتے حالانکہ پتھر مقلل نجاست ہے مزیل نجاست نہیں اس کے باوجود صحابہ کرام اس نماز کا اعادہ نہیں کرتے تھے اس سے ثابت ہوا کہ اگر مخرج براز (یعنی مقعد) کی مقدار نجاست لگی ہوئی ہو تو وہ معاف ہے لیکن فقہاء کرام کا حسنِ ادب ملاحظہ کیجیے کہ اس مسئلہ کے بیان میں انہوں نے مقعد یا مخرج براز یا محل استنجاء کے غیر پسندیدہ لفظ استعمال کرنے کی بجائے ''مقدار درہم'' کی تعبیر اختیار کی ہے (مبسوط سرخسی)۔ اندازہ کیجیے کہ جب علماء وفقہاء لفظی تعبیر میں اتنی احتیاط کرتے ہیں تو تحقیقِ معانی اور تحقیقِ مسائل میں وہ کیوں احتیاط نہ کریں گے؟ یقیناً علماء حضرات معانی ومسائل کی تحقیق میں اس سے کہیں زیادہ احتیاط کرتے تھے کیونکہ اگر تعبیر میں بے احتیاطی ہو جائے تو اس پر مؤاخذہ نہیں لیکن معانی ومسائل کی بے احتیاطی اور تغافل پر سخت مؤاخذہ ہے اس لیے موجودہ دور کے آزاد منش محققین کے مقابلہ میں زمانہ ماضی کے فقہاء کی تحقیقات زیادہ قابلِ اعتماد ہیں۔ حکیم الامت شاعرِ مشرق علامہ اقبالؒ نے سچ کہا ہے :

زاجتہادِ عالمانِ کوتاہ نظر　　　اقتداءِ رفتگاں محفوظ تر

حقیقتِ حدیث :

جب یہ بات معلوم ہو چکی کہ قرآن الفاظ ومعانی کے مجموعہ کا نام ہے تو اب یہ بھی معلوم کر لیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے معانی سکھانے اور سمجھانے کے لیے کتاب اللہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کو بھی مبعوث فرمایا مبعوث فرما کر بعثت نبوی کے اساسی وبنیادی مقصد کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم ترجمہ: اور ہم نے اتاری تجھ پر یہ یادداشت کہ تو کھول دے لوگوں کے سامنے وہ چیز جو اتری ان کے واسطے چنانچہ آپ نے کتاب اللہ کے معانی کو اللہ تعالیٰ کی رہنمائی اور نگرانی میں خوب کھول کر بیان فرمایا۔ اور دشمنانِ دین کی پروا کیے بغیر بیان فرمایا۔ اس تبیین کتاب کی دو قسمیں ہیں (۱) آپ نے قرآن کریم کی اپنے زریں اقوال کے ذریعہ تفسیر

فرمائی۔(۲) عملی طور پر بھی قرآن کریم کی وضاحت فرمائی یعنی آپ نے قرآن سکھایا بھی عمل کر کے دکھایا بھی اس کا نام عملی تعلیم ہے جو قرآن کریم کی عملی تفسیر ہے اور عملاً تبیین قرآن ہے قرآن کریم میں اطاعت رسول کا حکم جہاں بھی آیا ہے اور جس عنوان سے آیا ہے اس میں رسول اکرم ﷺ کے قول وفعل دونوں میں اطاعت کا حکم ہے بشرطیکہ وہ قول وعمل منسوخ ومتروک نہ ہو بلکہ اطاعت کی ایک تیسری صورت بھی اس میں داخل ہے وہ یہ کہ نبی پاک ﷺ کے سامنے ایک کام ہوا آپ نے اس کام کو دیکھا دیکھنے کے باوجود آپ نے اس پر نکیر نہیں کی بلکہ سکوت اختیار فرمایا تو آپ کا یہ سکوت اس کام کے صحیح ہونے پر مہر تصدیق ہے اور اس کام کی صحت پر یہ سکوت ایک سند کی حیثیت رکھتا ہے لہٰذا جب کوئی اور شخص اس کام کو کرے گا تو اس پر انکار کرنا روا نہ ہوگا اس سکوت کو محدثین کی اصطلاح میں تقریر کہا جاتا ہے خلاصہ یہ کہ ۲۳ سالہ دور نبوت میں نبی پاک ﷺ نے قول وعمل اور تقریر کے ذریعہ جو قرآن کی وضاحت وتفسیر فرمائی اس کا نام حدیث ہے بس حدیث خود صاحبِ قرآن کی طرف سے بیان، معانی اور تشریح مطالب کا نام ہے۔ (جاری ہے)

☆

عُمدہ اور فینسی جِلد سازی کا عظیم مرکز

نفیس بُک بائنڈرز

NBB

ہمارے یہاں ''ڈائی دار اور لیمینیشن والی جلد'' بنانے کا کام انتہائی معیاری طور پر کیا جاتا ہے نیز قرآن مجید کی اعلیٰ قسم کی ''بکس والی جلد'' بھی خوبصورت انداز میں بنائی جاتی ہے۔ ہمارے یہاں روٹا مشین پر ''کلر پرنٹنگ'' (ٹائٹل وغیرہ کی چھپائی) کا کام بھی دیدہ زیب اور بازار سے رعایتی نرخ پر کیا جاتا ہے۔

مناسب نرخ پر معیاری جلد سازی اور طباعت کے لیے رجوع فرمائیں

6/16 ٹیپ روڈ نزد مین گیٹ گھوڑا ہسپتال لاہور

فون نمبر: 042-7322408 موبائل نمبر: 0300-9464017 0300-4293479

وفیات

مدینۃ العلوم شاہی بازار سکھر کے مدیر حضرت مولانا عبدالمجید صاحب مدظلہم کے برادر خورد جناب حاجی نذیر احمد صاحب ۷۵ برس کی عمر پا کر سکھر میں انتقال کر گئے مرحوم تہجد گزار اور اپنے معمولات کے آخر تک بہت پابند تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائیں۔ مولانا اور دیگر پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق نصیب ہو، اہل ادارہ ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

☆

مولانا عبدالرشید صاحب پسروری گزشتہ ماہ کی ۱۹ رتاریخ کو عارضہ قلب کی وجہ سے پسرور میں انتقال فرما گئے مولانا پسرور شہر کی ممتاز شخصیت کے حامل تھے حق گو اور جرأت مند عالم تھے اسی وجہ سے جیل کی صعوبتوں کا بھی سامنا کرنا پڑا، ان کی وفات سے اہلِ شہر کو ناقابلِ تلافی نقصان ہوا۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی دینی اور ملی خدمات کو قبول فرما کر آخرت کے بلند درجات اور ان کے صاحبزادگان کو صبر جمیل اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆

جمعیت علماء اسلام کے ناظمِ مالیات جناب خواجہ محمد زاہد صاحب کے چچا جناب خواجہ بشیر احمد صاحب ڈیرہ اسماعیل خان میں طویل علالت کے بعد ۱۱ رمارچ کو ۷۵ برس کی عمر پا کر وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم بہت خلیق انسان تھے ان کی وفات پورے خاندان کے لیے بہت بڑا دھچکہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور خواجہ صاحب اور دیگر پسماندگان کو صبر کی توفیق نصیب ہو۔

☆

جمعیت علماء اسلام کے سرگرم جناب بلال میر بٹ صاحب کی جواں سالہ بیٹی ناگہانی حادثہ میں گزشتہ ماہ کی ۲۸ رتاریخ کو جاں بحق ہو گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس اندوہناک حادثہ پر اہلِ جامعہ ان سے تعزیت پیش کرتے ہوئے دُعاء گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور بلال میر صاحب اور دیگر اہلِ خانہ کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہ حامدیہ میں تمام مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب اور دُعائے مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

باب :۴ قسط :۲۴

فہمِ حدیث

قیامت اور آخرت کی تفصیلات

﴿حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر عبدالواحد صاحب﴾

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول :

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم والذ یٔ نفسی بيده ليوشكن ان ينزل فيكم ابن مريم حكما عدلا فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الحرب و يفيض المال حتى لا يقبله احد حتى تكون السجدة الواحدة خيرا من الدنيا وما فيها ثم يقول ابوهريرة واقروا ان شئتم وان من اهل الكتب الا ليومنن به قبل موته ويوم القيمة يكون عليهم شهيدا. (بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یقیناً وہ زمانہ قریب ہے جب ابن مریم تمہارے درمیان اُتریں گے۔ وہ ایک منصف فیصلہ کرنے والے (حاکم) کی حیثیت سے آئیں گے۔ (نصرانیت کا خاتمہ کریں گے اور مادی وحسی طور پر بھی اس کے سب سے بڑے شعار یعنی) صلیب کو توڑ ڈالیں گے (اور نیست و نابود کردیں گے) اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جنگ (جہاد) ختم کردیں گے (کیونکہ اس وقت اسلام پوری دنیا میں ہوگا اور کوئی کافر نہ رہے گا اور یہ اسلام کا آخری دور ہوگا) اور ان کے دور میں فراوانی کی وجہ سے) مال (اس طرح بہا پڑے گا کہ کوئی شخص اس کو قبول کرنے والا نہ ہوگا اور لوگوں کی نظروں میں (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور کی قوی روحانیت کی وجہ سے ایک سجدہ کی قدر و قیمت دنیا و مافیہا سے زیادہ بڑھ جائے گی۔ یہ مضمون روایت فرما کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر تم اس مضمون کو قرآن میں دیکھنا چاہو تو یہ آیت پڑھو **وان من اهل الكتب الا ليومنن به قبل موته ويوم القيمة يكون عليهم شهيدا.** (سورہ نساء) یعنی ہر اہل کتاب عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئے گا اور وہ قیامت کے دن اُن پر گواہ ہوں گے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ واللہ لینزلن ابن مریم حکما عادلا فلیکسرن الصلیب ولیقتلن الخنزیر ولیضعن الجزیۃ ولیترکن القلاص فلا یسعی علیھا ولتذھبن الشحناء والتباغض والتحاسد ولیدعون الی المال فلا یقبلہ احد.(مسلم)

وفی روایۃ قال کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم. (بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ کی قسم عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) عادل حاکم بن کر (آسمان سے) اُتریں گے تو صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ کو ختم کردیں گے (کیونکہ سب لوگ مسلمان ہو چکے ہوں گے اور یہی اسلام کا بالکل آخری دور ہوگا) اور (مال کی کثرت کی وجہ سے بہت سی) اُونٹنیاں بے کار کھڑی ہوں گی ان سے کام نہ لیا جائے گا (باہمی) عداوت اور باہمی بغض وحسد دور ہو جائے گا اور عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو مال لینے کے لیے بلائیں گے مگر (ہر ایک کے پاس پہلے ہی اتنا مال ہوگا کہ مزید مال) کوئی قبول نہ کرے گا۔

اور بخاری ومسلم کی ایک روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت تمہارا کیا (ہی قابلِ رشک) حال ہوگا جب عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) تم میں (آسمان سے) اتریں گے اور تمہارا امام (یعنی مہدی علیہ السلام) تم ہی میں سے ہوں گے (کہ وہی اس وقت تمام مسلمانوں کے امام وحکمران ہوں گے۔ ان کی وفات کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام پوری اُمت کے امام ہوں گے)۔

عن جابر قال قال رسول اللہ ﷺ ....فینزل عیسی ابن مریم فیقول امیرھم تعال صل لنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمۃ اللہ ھذہ الامۃ. (مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا.........عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام آسمان سے اُتریں گے تو مسلمانوں کا امیر (نماز کے وقت ان سے) درخواست کرے گا کہ آگے آیئے اور ہمیں نماز پڑھایئے۔ عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ نہیں۔ تم ہی میں سے کچھ دوسروں پر امیر ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس اُمت کا اکرام ہے (کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اترتے ہی فوراً امارت نہیں سنبھالیں گے بلکہ اول تو نماز بھی جو امام ہوگا اسی کے پیچھے پڑھیں گے اور دوسرے امام مہدی علیہ السلام کے دورِ حکومت تک امارت بھی اختیار نہ کریں گے)۔

عن عبداللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ ﷺ ینزل عیسی ابن مریم الی الارض فیتزوج ویولدلہ ویمکث خمسا واربعین سنۃ ثم یموت فیدفن فی قبری فاقوم

انا وعیسی ابن مریم فی واحد بین ابی بکر وعمر. (مشکوة)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) زمین پر اتریں گے اور نکاح کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی اور وہ (آسمان سے نازل ہونے کے بعد) پینتالیس سال رہیں گے پھر وفات پائیں گے اور میرے ساتھ میری قبر (کے قرب) میں دفن کیے جائیں گے پھر (قیامت کے دن) میں اور عیسیٰ بن مریم ایک قبر سے (یعنی ساتھ ساتھ) ابوبکر اور عمر کے درمیان اُٹھیں گے۔

سورج کا مغرب سے طلوع ہونا :

عن ابی ذر قال قال رسول اللہ ﷺ حین غربت الشمس این تذھب ھذہ قلت اللہ ورسولہ اعلم قال فانھا تذھب حتی تسجد تحت العرش فتستأذن لھا ویوشک ان تسجد ولا یقبل منھا وتستاذن فلا یوذن لھا ویقال لھا ارجعی حیث جئت فتطلع من مغربھا وفی روایة قال اتدرون متی ذاک حین لا ینفع نفسا ایمانھا لم تکن آمنت من قبل او کسبت فی ایمانھا خیرا. (بخاری ومسلم)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جس وقت سورج غروب ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ یہ سورج کہاں جاتا ہے۔ میں نے جواب دیا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ باخبر ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ جاتا ہے (یعنی اس کی روح جاتی ہے اگرچہ اس کا جسد مدار میں ہوتا ہے) یہاں تک کے وہ عرش الٰہی کے نیچے (اللہ تعالیٰ کو) سجدہ کرتا ہے اور (اپنے مدار میں مزید آگے بڑھنے کی) اجازت چاہتا ہے۔ تو اس کو اجازت دی جاتی ہے اور (وہ وقت) قریب ہے کہ وہ سجدہ کرے لیکن (اجازت کی خاطر) وہ اس سے قبول نہ کیا جائے اور اس کو (آگے بڑھنے کی) اجازت نہ دی جائے اور اس سے کہا جائے کہ جس طرف سے تو آیا ہے اسی طرف کو لوٹ جا تو وہ اپنے غروب کی جگہ سے طلوع ہوگا..... اور ایک روایت میں ہے آپ نے پوچھا کیا تم جانتے ہو ایسا کب ہوگا؟ یہ اس وقت ہوگا جب اس آدمی کو اس کا ایمان نفع نہ دے گا جو پہلے سے مومن نہ تھا یا اس نے اس سے پہلے اپنے ایمان کے باوجود نیک عمل نہ کیا تھا۔

فائدہ : ہر ہر لحہ کہیں نہ کہیں غروب پایا جاتا ہے؟ (جاری ہے)

دارالافتاء

﴿حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر عبدالواحد صاحب﴾

بسم اللہ حامداً ومصلیاً

کراچی کے دارالعلوم اور دارالافتاء والارشاد نے یہ فیصلہ صادر فرمایا ہے کہ :

'' کان میں اور مثانہ وفرج داخل میں روزہ کی حالت میں کوئی دوا وغیرہ ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا''

اس بارے میں ان کا خلاصۂ کلام یہ ہے :

'' یہ بات کہ کان میں دوا ڈالنے سے روزہ کیوں فاسد ہوگا؟ کسی بھی فقہی کتاب میں اس کی کوئی دلیل حدیث مرفوع، موقوف یا مقطوع کی صورت میں بیان نہیں کی گئی۔ اس کی فقہی وجہ بیان کرنے سے بھی بعض عبارات میں تو سکوت کیا گیا ہے اور بعض عبارات میں **الفطر مما دخل لا مما خرج** کو بنیاد بنایا گیا ہے اور بعض عبارات میں یہ تصریح ہے کہ کان میں دوا ڈالنے سے اگر دوا حلق میں چلی جائے تو روزہ فاسد ہوگا ورنہ نہیں۔

اور بعض عبارات بلکہ کئی عبارات میں اس کی صراحت ہے کہ کان میں دوا ڈالنے سے دوا دماغ میں منتقل ہو جاتی ہے اور دماغ یا تو بعض ائمہ کے نزدیک خود جوف معتبر ہے اس لیے دماغ میں دوا پہنچنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور بعض دوسرے حضرات کے نزدیک دماغ اس لیے جوف معتبر ہے کہ دماغ سے حلق کی طرف راستہ ہونے کی بناء پر دوا حلق یا معدے میں جائے گی اور حلق یا معدے میں جانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ فقہاء کرام رحمہم اللہ کے نزدیک کان میں دوا ڈالنے سے روزہ فاسد ہونے کی اصل وجہ یہ ہے کہ دوا جوف معتبر یعنی دماغ یا حلق تک پہنچ جاتی ہے **وهو الاصل فی الافطار**. (یہی روزہ توڑنے کی بنیاد ہے)۔

اب رہی یہ بات کہ کان میں دوا ڈالنے سے کیا دوا واقعۃً حلق یا دماغ کی طرف کسی منفذ کے ذریعہ منتقل ہوتی ہے یا نہیں؟ تو یہ مسئلہ فقہ سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ طب اور فن تشریح الابدان سے تعلق رکھتا ہے''۔ (تحریر مجلس تحقیق مسائل حاضرہ۔ ص ۲)

ہم کہتے ہیں :

مجلس تحقیق والوں کا یہ کہنا کہ ''کسی بھی فقہی کتاب میں اس (بات) کی (کہ کان میں دوا ڈالنے سے روزہ کیوں فاسد ہوگا) کوئی دلیل حدیث مرفوع، موقوف یا مقطوع کی صورت میں بیان نہیں کی گئی'' قابلِ تسلیم نہیں۔ خود انہی کی ذکر کردہ عبارات نمبر۱۹ میں یہ ہے۔

وفی الھدایۃ :

ومن احتقن او استعط او اقطر فی اذنہ افطر لقولہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الفطر مما دخل

ہدایہ میں ہے جس شخص نے حقنہ لیا یا ناک میں دوا ڈالی یا کان میں قطرے ٹپکائے تو اس کا روزہ ٹوٹ گیا کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے جسم میں داخل ہونے والی چیز سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

سوچنے کی بات ہے کہ صاحب ہدایہ **افطار فی الاذن** (کان میں قطرے ٹپکانے) کی صورت میں افطار کا فتوٰی دے رہے ہیں اور اس کی دلیل میں مرفوع حدیث کو ذکر کر رہے ہین۔ اتنی ظاہر اور بدیہی بات کا دار العلوم کراچی کی مجلس تحقیق سرے سے انکار کردے تو تعجب کی بات ہے۔

اس مرفوع حدیث کے بعد صاحب ہدایہ نے اپنے معمول کے مطابق عقلی دلیل یوں ذکر کی **ولوجود معنی الفطر وھو وصول ما فیہ صلاح البدن الی الجوف**. اور اس لیے کہ روزہ ٹوٹنے کی وجہ پائی جاتی ہے جو جوف میں مفید بدن چیز کا پہنچنا ہے)

صاحب ہدایہ کا یہ عمل نہ صرف یہ کہ خود واضح ہے بلکہ دوسری عبارتوں کی بھی حل کرتا ہے۔ صاحب ہدایہ کی ذکر کردہ نقلی دلیل یعنی مرفوع حدیث کو صاحب اعلاء السنن نے بھی من وعن اختیار کیا ہے جو کہ ایک مزید تائید ہے۔

ودلت ھذہ الاحادیث علی ما فی الھدایۃ ان من احتقن او استعط او اقطر فی اذنہ افطر (اعلاء السنن ص ۱۲۶ ج ۹)

یہ احادیث ہدایہ کے اس مسئلہ کی دلیل میں کہ جس شخص نے حقنہ لیا یا ناک میں دوا ڈالی یا کان میں قطرے ڈالے تو اس کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

لیکن مجلس تحقیق والے اس کو یوں کہہ کر گزر گئے ہیں کہ ''بعض عبارات میں **الفطر مما دخل لا مما خرج** کو بنیاد بنایا گیا ہے''۔ اور اس طرح سے انہوں نے ان الفاظ کے مرفوع حدیث ہونے کی حیثیت کو بالکل مٹا کر رکھ دیا۔

رہی صاحب ہدایہ کی ذکر کردہ عقلی دلیل تو یہ وہی ہے جس کو مجلس تحقیق والوں کے بقول ''اور بعض عبارتوں میں

یہ تصریح ہے کہ کان میں دوا ڈالنے سے اگر حلق میں جائے تو روزہ فاسد ہوگا ورنہ نہیں اور بعض عبارات بلکہ کئی عبارات میں اس کی صراحت ہے کہ کان میں دوا ڈالنے سے دوا دماغ کی طرف منتقل ہو جاتی ہے"۔

غرض مجلس تحقیق کی عبارت کا جواب یہ ہے کہ بعض عبارتوں میں تو نہ کوئی عقلی دلیل ذکر ہے اور نہ نقلی دلیل مذکور ہے جبکہ بعض میں نقلی دلیل یعنی حدیث مرفوع مذکور ہے، بعض میں دونوں مذکور ہیں اور بعض میں صرف عقلی دلیل مذکور ہے۔

اب ہم اصل مسئلہ کی مزید وضاحت کرتے ہیں :

ہم سمجھتے ہیں کہ دارالعلوم کراچی اور دارالافتاء والارشاد کے حضرات حدیث **الفطر مما دخل** کو تو مانتے ہیں البتہ ہماری طرح وہ بھی اسکو مقید مانتے ہوں گے اب قید کیا ہے؟ اس میں نزاع ہے۔

عام طور سے فقہا چونکہ جوف معدہ یا جوف دماغ میں وصول کو علت بتاتے ہیں اور اس پر انہوں نے بعض اختلافات کا مدار رکھا ہے اس لیے دارالعلوم کراچی اور دارالافتاء والارشاد نے اسی کو **وھو الاصل فی الافطار** مان کر حدیث کو یوں مقید کیا ہے :

الفطر مما دخل جوف البطن او جوف الدماغ

اور جوف بطن سے ہماری طرح ان کی مراد بھی ہے حلق سے لے کر دبر تک کا جوف۔ اب انہوں نے دیکھا کہ کان، احلیل، مثانہ اور فرج داخل ان میں سے کوئی بھی جوف بطن یا جوف دماغ نہیں کھلتا تو انہوں نے ان میں کوئی چیز ڈالنے کو مفسد صوم نہیں مانا۔

لیکن اس صورت میں ان حضرات پر لازم آئیگا کہ سانس کے ذریعہ پھیپھڑوں میں جانے والی کسی چیز مثلاً سگریٹ نوشی، انہیلر (Inhaler) عمداً گردوغبار اور دھوئیں کو اندر کرنے سے بھی روزہ نہ ٹوٹے کیونکہ فم (منہ) سے آگے دو جوف ہیں ایک جوف معدہ یا جوف بطن جو کھانے کی نالی کی ابتداء سے شروع ہوتا ہے اور اس میں اترنے سے روزہ ٹوٹتا ہے، دوسرا سینہ کا جوف (Respiratory Cavity) جو سانس کی نالی سے شروع ہوتا ہے اور سینہ کے اندر پھیپھڑوں تک ممتد ہے۔ جدید تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ جوف سینہ کا جوف بطن سے کوئی اتصال نہیں ہے اور ان حضرات کے نزدیک **الاصل فی الافطار** جوف معدہ یا جوف دماغ میں وصول ہے جوف سینہ میں نہیں۔ رہیں اس سے متعلق کچھ باریکیاں تو وہ قابلِ التفات نہیں۔

اس کے برعکس ہم کہتے ہیں کہ حدیث **الفطر مما دخل** کے عموم مادخل سے جو چیزیں خاص کی گئی ہیں مثلاً جو مسام سے داخل ہو یا جس کا دخول انسان کے اختیار سے باہر ہو ان کی بنا پر ہم حدیث کو یوں مقید مانتے ہیں۔

الفطر مما دخل ای جوف من اجواف البدن من منفذ ای منفذ کان

یعنی جو کسی منفذ سے کسی جوف میں داخل ہو اس سے روزہ ٹوٹتا ہے۔

ہمارے دلائل یہ ہیں :

(۱) حدیث میں جوف معدہ یا جوف دماغ میں وصول کی قید پر کوئی الفاظ یا قرائن دلالت نہیں کرتے۔ فقہاء کا فہم تو مسلم ہے لیکن ائمہ احناف نے تو کہیں اس حدیث کے مقید ہونے کی تصریح نہیں کی جس طرح کراچی کے دار العلوم اور دار الافتاء والارشاد (غالبًا) کرتے ہیں۔ اور یہ قوی احتمال ہے کہ بعد کے فقہاء حضرات کو اپنے دور کی طبی تحقیقات کے مطابق نقلی و عقلی دلائل میں توافق نظر آیا تو انہوں نے عقلی دلائل پر پورا زور ڈال دیا لیکن اس میں خفا نہیں کہ اصل اعتبار نقلی دلیل کو حاصل ہوتا ہے۔

(۲) امام محمد اپنی کتاب الاصل میں ذکر کرتے ہیں :

قال ابو حنیفة السعوط والحقنة فی شهر رمضان یوجبان القضاء ولا کفارة علیه وکذلک ما اقطر فی اذنه.

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے حلق تک یا دماغ تک وصول اور عدم وصول کا اعتبار نہیں کیا بلکہ مطلق **اقطار فی الاذن** کو مفسد صوم کہا اور اس کی دلیل میں صاحب ہدایہ نے مذکورہ بالا مرفوع حدیث ذکر کی۔

(۳) دار العلوم کراچی اور دار الافتاء والارشاد والوں نے جس قید کے ساتھ حدیث کو مقید مانا ہے اس کے لیے تشریح بدن کی ضرورت ہوگی۔ کان میں بھی احلیل میں بھی، مثانہ میں بھی اور فرج داخل میں بھی بلکہ جوف سینہ میں بھی۔ حالانکہ یہ طے شدہ بات ہے کہ شریعت نے ہمیں امة امیة کہہ کر تشریح بدن جیسی تدقیقات کا مکلف نہیں بنایا بلکہ تشریح بدن عام طور سے انسانی لاش کی کانٹ چھانٹ پر موقوف ہے جبکہ ہمیں اس موقوف علیہ کی اجازت ہی نہیں دی۔ اور جس چیز کی نہ ہمیں اجازت دی اور نہ ہمیں اس کا مکلف بنایا اس کے لیے ہم ابنائے زمانہ کی تحقیقات و تدقیقات کے محتاج ہوں یہ بات بھی قابلِ قبول نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

باب : ۱۰ قسط : ۲۰

دینی مسائل

﴿ اذان اور اقامت کا بیان ﴾

اذان کا لغوی معنی ہے خبر دار کرنا اور شریعت میں ان مخصوص اور مرتب الفاظ کو کہ جن کے ذریعے سے نماز کے بارے میں خبر دار کیا جاتا ہے اذان کہتے ہیں۔

اذان کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اذان دینے والا دونوں حدثوں سے پاک ہو کر اور اگر لاؤڈ سپیکر نہ ہو تو کسی اونچے مقام پر خواہ مسجد سے علیحدہ ہو یا مسجد کی چھت پر قبلہ رو کھڑا ہو اور اپنے دونوں کانوں کے سوراخوں کو کلمہ کی انگلی سے بند کر کے اپنی طاقت کے موافق بلند آواز سے ان کلمات کو کہے **اللّٰہ اکبر** چار بار، پھر **اشهد ان لا الہ الا اللّٰہ** دو مرتبہ پھر **اشهد ان محمد رسول اللّٰہ** دو مرتبہ پھر **حی علی الصلوہ** دو مرتبہ پھر **حی علی الفلاح** دو مرتبہ پھر **اللّٰہ اکبر** دو مرتبہ پھر **لاالہ الا اللّٰہ** ایک مرتبہ اور **حی الصلوہ** کہتے وقت اپنے منہ کو داہنی طرف اور **حی علی الفلاح** کہتے وقت اپنے منہ کو بائیں طرف پھیر لیا کرے اس طرح کہ سینہ اور قدم قبلہ سے نہ پھرنے پائیں اور فجر کی اذان میں **حی علی الفلاح** کے بعد **الصلوۃ خیر من النوم** بھی دو مرتبہ کہے۔ پس کل الفاظ اذان کے پندرہ ہوئے اور فجر کی اذان میں سترہ۔

اذان اور اقامت میں فرق :

اقامت کا طریقہ بھی یہی ہے صرف فرق اس قدر ہے کہ اگر لاؤڈ سپیکر نہ ہو تو اذان مسجد سے باہر کسی اونچے مقام پر یا مسجد کی چھت پر کہی جاتی ہے اور اقامت مسجد کے اندر اور اذان بلند آواز سے کہی جاتی ہے اور اقامت پست آواز سے اور اقامت میں **الصلوۃ خیر من النوم** نہیں کہا جاتا بلکہ بجائے اس کے پانچوں وقت میں **قد قامت الصلوۃ** دو مرتبہ کہے اور اقامت کے وقت کانوں کے سوراخوں کا بند کرنا بھی نہیں کیونکہ کان کے سوراخ آواز بلند ہونے کے لیے بند کیے جاتے ہیں۔ اور اقامت میں **حی علی الصلوہ** اور **حی علی الفلاح** کہتے وقت دائیں بائیں جانب منہ پھیرنا بھی نہیں اگر چہ بعض فقہاء نے اقامت میں بھی پھیرنے کا کہا ہے۔

اذان و اقامت کے احکام :

مسئلہ : پانچوں وقت کی فرض عین نمازوں اور جمعہ کو جماعت سے ادا کرنے کے لیے اذان دینا مردوں پر سنت

موکدہ ہے اور ترک پر گناہ ہے۔

یہ ہر شہر و بستی کے لیے سنت موکدہ علی الکفایہ ہے یعنی ہر شہر اور بستی میں ایک شخص کی اذان کفایت کرتی ہے اور اگر کسی ایک نے بھی اذان نہ کہی تو وہاں کے سب لوگ گناہگار ہوں گے اور اگر شہر وسیع ہو اور بڑے بڑے محلے ہوں کہ ایک محلہ کی اذان دوسرے محلوں تک نہ پہنچتی ہو تو محلہ والے اگر ترک کریں تو وہ بھی سب گناہگار ہوں گے۔

اگر اہلِ شہر اذان کے ترک پر اتفاق کرلیں تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان سے جنگ حلال ہے کیونکہ اذان اسلام کے شعائر (بڑی علامتوں) میں سے ہے اور اس کے ترک میں دین کی قدر و قیمت کو گھٹانا ہے۔

مسئلہ : اقامت بھی پانچوں فرض عین نمازوں اور جمعہ کے لیے سنت ہونے میں اذان کی مانند ہے۔ البتہ اذان کا سنت ہونا اقامت کی نسبت زیادہ موکدہ ہے۔

مسئلہ : ان کے علاوہ جو نمازیں ہیں خواہ وہ فرض کفایہ ہوں یا واجب یا سنت و نوافل جیسے نماز جنازہ، وتر، عیدین، کسوف، خسوف، استسقاء، تراویح اور دیگر نوافل ان سب کے لیے اذان اور اقامت نہیں ہے۔

مسئلہ : مسجد کے اندر اذان اور اقامت کے بغیر فرض نماز کو جماعت سے پڑھنا سخت مکروہ ہے۔

مسئلہ : مقیم کے لیے جبکہ وہ اپنے گھر میں نماز پڑھے خواہ تنہا یا جماعت سے نماز پڑھے اذان و اقامت مستحب ہے سنتِ موکدہ نہیں بشرطیکہ محلہ یا گاؤں کی مسجد میں اذان اور اقامت ہو چکی ہو۔ اگر اس محلہ وغیرہ میں اذان نہ ہوئی ہو تو گھر میں یا تنہا نماز پڑھنے والے کو اذان اور اقامت چھوڑنا مکروہ ہے۔

مسئلہ : مسافر کو خواہ وہ اکیلا نماز پڑھتا ہو اذان اور اقامت دونوں کو چھوڑنا مکروہ ہے۔ اور اگر صرف اذان کہے اور اقامت چھوڑ دے تو یہ جائز ہے لیکن مکروہ ہے البتہ اگر اذان چھوڑ دے اور صرف اقامت کہہ لے تو بلا کراہت جائز ہے۔ بہتر یہ ہے کہ دونوں کہے۔

مسئلہ : اگر مسافر کے تمام ساتھی موجود ہوں تو اذان کا ترک بلا کراہت جائز ہے اور اقامت کا ترک مکروہ ہے اور اذان و اقامت دونوں کا کہنا مستحب ہے سنتِ موکدہ نہیں۔

مسئلہ : اگر جنگل میں جماعت سے نماز پڑھیں اور صرف اذان چھوڑ دیں تو مکروہ نہیں اور اگر اقامت چھوڑ دیں تو مکروہ ہے۔

مسئلہ : اگر مسجد والوں نے اذان اور اقامت کہہ کر جماعت کرلی تو پھر اس مسجد میں دوبارہ اذان و اقامت اور جماعت مکروہ ہے۔

مسئلہ : جس مسجد کے نمازی اور امام متعین نہیں جیسا کہ بڑی شاہراہوں پر واقع بعض مساجد میں دیکھنے میں آتا

ہے اور وہاں مختلف مسافر آکر اپنی نماز پڑھ کر چلے جاتے ہیں تو اس میں افضل یہ ہے کہ ہر فریق علیحدہ علیحدہ اذان اور اقامت کے ساتھ جماعت کرے اور ہر جماعت کا امام ایک ہی جگہ کھڑا ہو تو اس میں کوئی کراہت نہیں۔

مسئلہ : قضا نمازوں کے لیے اذان اور اقامت کہے خواہ اکیلا پڑھے یا جماعت سے جبکہ کہیں جنگل میں اور آبادی سے دور ہو۔اور اگر آبادی میں یا آبادی کی مسجد میں قضا پڑھے تو اگر اکیلا ہو تو اس قدر آواز دے لے کہ خود ہی سن سکے اور اگر جماعت سے پڑھے تو یا تو اذان و اقامت نہ کہے یا اتنی آہستہ آواز سے دے کہ دوسرے لوگوں کو معلوم نہ ہو کیونکہ جو کوتاہی ہوگئی اس کا اعلان نہ کرنا چاہیے۔

مسئلہ : شہر یا قصبہ میں جو شخص کسی عذر سے جمعہ کے بجائے ظہر کی نماز پڑھے تو اس کے لیے اذان اور اقامت کہنا سنت نہیں بلکہ مکروہ ہے۔البتہ گاؤں میں صحیح ہے۔

مسئلہ : عرفات اور مزدلفہ میں جو دو نمازوں کو جمع کرتے ہیں تو پہلی کے لیے اذان اور اقامت کہے اور دوسری کے لیے صرف اقامت کہے۔

مسجد میں اذان کہنا :

مسئلہ : اذان میں دو پہلو ہیں۔ایک ذکر الٰہی اور دوسرے لوگوں کو یہ بتانا کہ نماز کا وقت ہوگیا ہے اور جماعت قائم ہونے والی ہے۔اس دوسرے پہلو کے اعتبار سے ضروری ہے کہ مؤذن خود بلند آواز والا ہو اور ایسی جگہ سے اذان دے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو علم ہو۔

مسئلہ : جمعہ کی اذانِ ثانی کا مسجد کے اندر خطیب کے سامنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور سے تعامل چلا آتا ہے کیونکہ اس میں صرف حاضرین (جو پہلی اذان سن کر حاضر ہو چکے ہیں ان) تک آواز پہنچانا مقصود ہے۔

مسئلہ : اگر لاؤڈ سپیکر نہ ہو تو مسجد سے باہر یا مسجد کی چھت پر کھڑے ہو کر اذان کہی جائے۔مسجد نبوی بننے کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ مسجد کی چھت پر چڑھ کر اذان کہتے تھے اور مسجد کی چھت بھی مسجد کے حکم میں ہوتی ہے۔

مسئلہ : اگر لاؤڈ سپیکر ہو تو اس سے چونکہ آواز بلا کسی خلل کے ہر طرف پہنچ جاتی ہے اس لیے مسجد کے اندر بھی دی جائے تو کراہت نہیں جائز ہے۔

اذان واقامت کی صحت وکمال کی شرائط :

مندرجہ ذیل تین صورتوں میں اذان نہیں ہوتی :

(۱) اگر کسی ادا نماز کے لیے اذان کہی جائے تو اس کے لیے اس نماز کے وقت کا ہونا ضروری ہے۔اگر وقت آنے

سے پہلے اذان دی جائے تو صحیح نہ ہوگی۔ وقت آنے کے بعد پھر اس کا اعادہ کرنا ہوگا خواہ وہ اذان فجر کی ہو یا اور کسی وقت کی۔

(۲) اذان اور اقامت کا عربی زبان میں خاص ان ہی الفاظ سے کہنا ضروری ہے جو نبی کریم ﷺ سے منقول ہیں۔ اگر کسی اور زبان میں یا عربی زبان ہی میں دوسرے الفاظ سے اذان کہی جائے تو صحیح نہ ہوگی اگرچہ لوگ اس کو سن کر اذان سمجھ لیں اور اذان کا مقصود اس سے حاصل ہو جائے۔

(۳) مؤذن مسلمان ہو۔ کافر کی اذان صحیح نہیں ہوتی۔

مندرجہ ذیل صورتوں میں اذان مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔

(۱) مؤذن کا مرد ہونا ضروری ہے۔ عورت کی اذان و اقامت مکروہ تحریمی ہے۔ اگر عورت اذان کہے تو اس کا اعادہ کرنا چاہیے۔ اگر بغیر اعادہ کیے ہوئے نماز پڑھ لی تو گویا بے اذان کے پڑھی گئی۔ البتہ اقامت کا اعادہ نہیں کیونکہ اذان کی تکرار کے برخلاف اقامت کی تکرار مشروع نہیں۔

(۲) مؤذن کا صاحبِ عقل ہونا بھی ضروری ہے۔ اگر کوئی ناسمجھ بچہ یا مجنون یا مست اذان دے تو معتبر نہ ہوگی اور اُن کی اذان و اقامت مکروہ ہے اور اُن کی اذانوں کا اعادہ کرنا چاہیے، اقامت کا نہیں۔

(۳) جنبی کی اذان و اقامت بھی مکروہ تحریمی ہے۔ اس کی اذان کا اعادہ مستحب ہے اور ایک قول کے مطابق واجب ہے (یعنی مسنون طریقے پر ادائیگی کے لیے اعادہ لازمی ہے) البتہ اقامت کا اعادہ نہ ہوگا۔

اذان کا جواب دینا :

مسئلہ : جو شخص اذان سُنے مرد ہو یا عورت، پاک ہو یا جنبی اس پر اذان کا جواب دینا مستحب ہے یعنی جو لفظ مؤذن کی زبان سے سُنے وہی کہے۔ مگر **حی علی الصلوہ** اور **حی علی الفلاح** کے جواب میں **لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ** کہے اور **الصلوہ خیر من النوم** کے جواب میں **صدقت و بررت** کہے اور اذان کے بعد درود شریف پڑھ کر یہ دُعاء پڑھے : **اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّآمَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ القائمۃ ات محمدن الوسیلۃ والفضیلۃ وابعثہ مقاما محمودان الذی وعدتہ انک لا تخلف المیعاد** بعض لوگ دعا میں **والدرجہ الرفیعہ** اور **وارزقنا شفاعتہ یوم القیامہ** کے الفاظ بڑھاتے ہیں لیکن وہ مسنون نہیں ہیں اور حدیث میں نہیں ملتے۔

مسئلہ : اگر کوئی شخص اذان کا جواب دینا بھول جائے یا قصداً نہ دے اور اذان ختم ہونے کے بعد خیال آئے یا دینے کا ارادہ کرے تو اگر زیادہ دیر نہ ہوئی ہو تو جواب دیدے ورنہ نہیں۔

مسئلہ : اقامت کا جواب دینا بھی مستحب ہے واجب نہیں۔ اس میں بھی اذان ہی کی طرح کا جواب دے،

البتہ قد قامت الصلوہ کے جواب میں اقامھا اللہ و ادامھا کہے۔

مسئلہ : اذان اور اقامت سننے کی حالت میں کوئی بات نہ کرے اور سوائے ان کا جواب دینے کے کوئی اور کام نہ کرے۔ یہاں تک کہ نہ سلام کرے اور نہ سلام کا جواب دے کیونکہ سلام کرنے یا سلام کا جواب دینے میں اذان و اقامت کے جواب کے الفاظ کے نظام میں خلل واقع ہوتا ہے۔

مسئلہ : اذان اور اقامت کے وقت قرآن شریف بھی نہ پڑھے اور اگر پہلے سے پڑھتا ہو تو پڑھنا چھوڑ کر اذان یا اقامت کے سننے اور جواب دینے میں مشغول ہو۔ یہ افضل ہے اور اگر پڑھتا رہے تو ناجائز نہیں۔

مسئلہ : اگر کئی مسجدوں سے اذان سُنائی دے تو اگر ہو سکے تو سب کا جواب دے ورنہ پہلی اذان کا زیادہ حق ہے اس کا جواب دے خواہ محلہ کی مسجد کی ہو یا دوسری جگہ کی۔

مسئلہ : جو شخص مسجد کی حدود کے اندر ہو اس کے لیے اذان کے بعد بلا ضرورت شدیدہ مسجد سے نکل کر جانا مکروہ ہے البتہ اگر اس نے کسی دوسری جگہ جا کر نماز پڑھائی ہے یا اس کا واپس آ کر اسی مسجد میں نماز پڑھنے کا ارادہ ہو تو کراہت نہیں۔

جن صورتوں میں اذان کا جواب نہ دے :

آٹھ صورتوں میں اذان کا جواب نہ دینا چاہیے :

(۱) نماز کی حالت میں اگرچہ نماز جنازہ ہی ہو۔

(۲) خطبہ سننے کی حالت میں خواہ خطبہ جمعہ کا ہو یا کسی اور چیز کا۔

(۳) علم دین پڑھنے یا پڑھانے کی حالت میں۔ اسی طرح اگر قرآن پاک بھی سیکھے یا سکھانے کے لیے پڑھے تو یہی حکم ہے کہ پڑھتا رہے اور جواب نہ دینے کے لیے بند نہ کرے۔ محض تلاوت کا حکم اوپر گزر چکا ہے۔

(۴،۵) حیض و نفاس کی حالت میں کیونکہ اس وقت قول یا فعل سے جواب دینے کی حالت نہیں۔ اس کے برخلاف جنبی کو جواب دینا چاہیے کیونکہ جنبی کا حدث حیض و نفاس کی بہ نسبت ہلکا ہے اس لیے کہ اس کے ازالہ کا جلدی امکان ہے۔

(۶) جماع کی حالت میں

(۷) پیشاب، پاخانہ کی حالت میں

(۸) کھانا کھانے کی حالت میں

البتہ اگر ان چیزوں کی فراغت کے بعد اگر اذان ہوئے زیادہ عرصہ نہ گزرا ہو تو جواب دینا چاہیے ورنہ نہیں۔ (جاری ہے)

باب : دوم قسط : ۲۱

553 ... 598 ... 603

تحریکِ احمدیت

﴿ برطانوی یہودی گٹھ جوڑ ﴾

زیرِ نظر مضمون جناب بشیر احمد صاحب کی انگریزی کتاب **Ahmedia Movement British-Jewish Connection** ----- کا اُردو ترجمہ (تحریکِ احمدیت برطانوی یہودی گٹھ جوڑ) جو جناب احمد علی ظفر صاحب نے کیا ہے۔ کتاب کا مواد انڈیا آفس لائبریری لندن سے حاصل کیا گیا ہے جو پنجاب انٹیلی جنس کی رپورٹ پر مشتمل ہے۔ ادارہ اس کی محض تاریخی افادیت کے پیشِ نظر اسے قسط وار قارئین کی خدمت میں پیش کر رہا ہے۔ رپورٹ کے مندرجات اور مصنف کے ذاتی رجحانات سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

یوز آسف :

مرزا صاحب مزید یہ دعوٰی کرتے ہیں کہ عیسیٰؑ نے اپنے سفر ہندوستان کے دوران ''یوز آسف'' نام اختیار کیا یہ بھی اس نظریہ کا ایک دلچسپ پہلو اور یوز آسف کے نام کا عیارانہ استحصال ہے۔ مرزا صاحب جسے ''یوز آسف'' یا ''یود آسف'' کہتے ہیں وہ گوتم بدھ کے علاوہ کوئی دوسرا شخص نہیں۔ ''للتاواسترا'' کی بدھ مت روایات کے مطابق جب گوتم بدھ نے مکمل گیان اور علم حاصل کرلیا تو وہ ایک بدھستوا (مکمل گیان کا حامل) بن گیا۔ یود آسف اسی بدھستوا کی بگڑی شکل ہے۔ بدھ کی معجزاتی پیدائش اور اس کے بدھستوا بننے کی کہانی دوسری صدی عیسوی میں ہندوستان سے وسطی ایشیاء میں پہنچی۔ نتیجۃً اسے خلیفہ المنصور کے زمانے میں ''المقفع مکتب'' کے عرب علماء نے پالی سنسکرت اور فارسی علوم کو عربی میں منتقل کیا (بودیا یوز آسف) بدھا کی کہانی کئی عرب داستانوں میں داخل ہوگئی۔ ابن الندیم نے اپنی کتاب الفہرست میں تین کتابوں کا حوالہ دیا ہے جن میں یہ کہانی معمولی ردوبدل کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔[۱]

کچھ وقت گزرنے کے بعد بدھ کے مکمل گیان حاصل کرنے کی کہانی مختلف شکل میں ہندوستان واپس آگئی جس میں عربی طرز کے ہوگئے اور واقعات بھی تبدیلی کا شکار ہوگئے۔

---

۱ ''انسائیکلوپیڈیا آف اسلام'' جلد ۱۔ برلام اور یوز آسف۔ صفحہ نمبر ۱۵۱۲

قادیانی مصنفین نے اپنی داستان کو ثابت کرتے وقت سنسکرت کے ماخذوں کا بھی سہارا لیا ہے۔انہوں نے ہندورشی سویا کی ''بھوشیا مہاپران'' کے ایک حصہ کو نقل کیا ہے یہاں یہ بتادینا چاہیے کہ ہندومت میں پورانوں کی تعداد اٹھارہ ہے جو خالصتاً فرضی داستانوں پر مشتمل ہیں۔ان میں قصے، کہانیاں، ہندودیومالائی نصائح وغیرہ ہیں۔سب سے پہلا پران غالباً چوتھی صدی عیسوی میں مدون کیا گیا تھا۔بھوشیہ پران ۱۹۱۰ء میں مہاراجہ کشمیر پرتاب سنگھ کے حکم سے بمبئی میں چھپا تھا۔اس پران میں ساکا قبیلہ کے راجہ شلواھن کی ایک سفید چہرے والے شخص سے ہنوں کی سرزمین ہمالیہ میں کسی جگہ ملاقات کا تذکرہ ہے جہاں شلواھن نے اس سے اس کے مذہبی عقائد کے بارے میں استفسار کیا۔اس نے جواب دیا :

''اے بادشاہ! جنگلیوں کی دیوی (ماسی دیوی) اہاماسی نے پریشان لباس میں اپنے آپ کو ظاہر کیا اور میں اس کے پاس نہ ماننے والے کی حیثیت سے پہنچا۔میں نے دیوی ماسیا کا عطا کردہ مرتبہ پالیا۔اے بادشاہ! اس کے مذہب کے بارے میں سنو جسے میں نہ ماننے والوں کے ذہن نشین کراتا ہوں۔ذہن کی صفائی اور گندے جسم کی طہارت اور کتاب نیگما کی دُعاء کی طرف متوجہ ہوکر انسان ابدیت کی پوجا کرے۔انصاف، سچائی، ذہن کی یگانگت اور مراقبے کی حالت میں انسان کو سورج کی جنت میں عبادت کرنی چاہیے (یعنی سوریا منڈل جسے سورج کی ٹکیہ کہہ سکتے ہیں) وہ آقا جو کہ سورج کی طرح اپنے راستے سے نہیں ہٹ سکتا کم از کم تمام مخلوق کی غلطیوں کو جذب کرلیتا ہے۔اس پیغام کے ساتھ اے بادشاہ! ماسی دیوی غائب ہوگئی اور آقا کا بابرکت نقش جو برکات عطا کرتا ہے اور ہمیشہ سے میرے دل میں ہے۔میرا نام اہاماسیا تجویز کرتا ہے''۔

یہ الفاظ سُن کر بادشاہ نے اس بدعقیدہ پجاری کو نکال دیا اور اسے کافروں کی بے رحم سرزمین میں دھکیل دیا۔ ۲
ٹاٹا تحقیقاتی ادارے کے نامور سنسکرت عالم ڈاکٹر ڈی ڈی کوسمبی نے واضح کیا کہ ''ماسی دیوی'' ایک افسانہ ہے اور ہندو مذہبی کتب میں ''نیگما'' کی مقدس کتاب کا وجود نہیں ہے۔یہ ایک کہانی ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ بدعقیدہ پجاری نے ''اہاماسیہ'' کا رتبہ پایا اور ''ماسی دیوی'' کی پیروی میں ''سورج کی پرستش'' کا پرچار کیا۔قادیانی علماء نے اہاماسیا کو ''عیسیٰ مسیح'' قرار دیا اور ماسی دیوی کو جبرئیل فرشتہ کہا ہے۔ ۳

اس داستان کے تمام تضادات کو نظرانداز کرتے ہوئے یہ دعویٰ کیا گیا کہ راجہ شلواھن نے عیسیٰؑ سے ملاقات کی جہاں آخرالذکر نے انڈیا کا دورہ کیا۔خواجہ نذیر نے اس بھوشیہ پران کے اس اقتباس کا ڈاکٹر شیوناتھ شاستری سے کرایا اور

---

۲ شیخ عبدالقادر ''مسیح کا سفر کشمیر''۔لندن کانفرنس میں پڑھا گیا ایک مقالہ۔۱۹۷۹ء

۳ شیخ عبدالقادر ''عیسیٰ ہندوستان سے کشمیر کی راہ پر''۔۱۹۷۹ء میں لندن کانفرنس میں پڑھا گیا مضمون

سفید منہ والے بدعقیدہ پجاری کو "یوسفات" کے نام سے پکارا ہے۔ ۴

یہ کہانی خالصتاً ایک فرضی داستان ہے۔ ماسیا دیوی کا پجاری جو کہ غالباً بدھستوا ہے یہ سورج پرست پیروکار ہے۔ یوں لگتا ہے کہ پانچویں صدی عیسوی کے دوران میں اس داستان میں اضافے کیے گئے۔ اس فرضی کہانی اور اس میں بیان کیے گئے کرداروں کا تعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کسی طرح بھی نہیں بنتا جو کہ پہلی صدی عیسوی میں یروشلم میں مبعوث ہوئے اور خدا کے برگزیدہ نبی تھے۔

مرزا قادیانی اور ان کے پیروکاروں نے فرضی بدھستوا کے ناموں کو بدھوں کی دستاویزات سے ڈھونڈ ڈھونڈ کو انہیں عیسیٰ ثابت کیا ہے۔ ایک بدھ راہب یا بدھستوا "میتایا" کو مسیحا قرار دیا گیا ہے۔ چینی بدھ دستاویزات میں بدھستوا "می لوشی لو" کو مسیحا کہا گیا اور بدھ کی "بگوایتا" یا سفید چہرے والے بدھستوا کی پیش گوئی کا مطلب حضرت عیسیٰ لیا گیا کیوں کہ آپ کا چہرہ بھی سفید تھا"۔ ۵

سینٹ ٹامس کے ہندوستان آنے کے دعوی کے بارے میں کوئی ثبوت میسر نہیں۔ (۱۹۰۰ء پہلی صدی میں یونانی فرمانروا گونڈوفارس کے دورِ حکومت میں سندھ کے علاقوں میں حواری ٹامس کی تبلیغی سرگرمیوں کے بارے میں جعلی عیسائی کتب میں کہا گیا ہے۔ ۶

مالا بار اور مدراس میں تھامس حواری کے نام کا کلیسا سنا۔ حالانکہ نہ تو تھامس ہندوستان آیا اور نہ ہی اس نے بنیاد رکھی۔ آثارِ قدیمہ کے تمام شواہد سے ان دعووں کی تکذیب ہوتی ہے۔ خواجہ نذیر کے دعوے کو بھی احمقانہ قرار دیا گیا ہے کہ حضرت مریم ہندوستان آئیں اور مری میں فوت ہوئیں جہاں آپ کا مقبرہ اب بھی موجود ہے۔ ۷

گوتم بدھ کی حصولِ معرفت کی کہانی بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا جو کہ بدھا کو "یوز آسف" ثابت کرنے کرنے کے لیے عربی اور فارسی مآخذوں میں موجود ہے۔ ۸

راجہ کے گھر اولاد نہ تھی کچھ عرصے بعد صلابت کے راجہ کے گھر معجزاتی طور پر ایک بچہ پیدا ہوا۔ بادشاہ نے اس کا نام یوز آسف (بدھا۔ بدھستوا) رکھا۔ ایک نجومی نے یہ پیش گوئی کی کہ شہزادہ کی عظمت اس دنیا کے لیے نہ ہوگی چنانچہ بادشاہ اسے دنیا کے مصائب سے بے خبر رکھنے کے لیے ایک علیحدہ شہر میں رکھنے لگا۔ وہاں وہ پرورش پاتا رہا۔ یوز آسف اپنی

---

۴ Jesus in Heaven on earth p.369

۵ ایم آر بنگالی۔ "مقبرہ مسیح" ربوہ۔ ۱۹۷۱ء۔ صفحہ نمبر ۵۱۔ اس کے علاوہ۔ مرزا غلام احمد "مسیح ہندوستان میں" صفحہ نمبر ۲۸

۶ سرجان مارشل۔ رہنمائے ٹیکسلا ۷ "مسیح جنت میں زمین پر" صفحہ نمبر ۳۵۳

۸ اس کے اُردو ترجمہ کے لیے ملاحظہ ہو عبدالغنی "کتاب شہزادہ یوز آسف اور حکیم بلوہر" مفید عام پریس آگرہ ۱۸۸۶ء

قید تنہائی میں گھل گھل کر مرتا ہے اور آزادی حاصل کرنے کی خواہش کرتا ہے۔ ایک دن پھرتے ہوئے وہ دو انتہائی کمزور آدمیوں کو دیکھتا ہے اور بعد ازاں ایک ضعیف اور منحنی شخص کو دیکھتا ہے اور انسانی کم مائیگی اور موت کو جان جاتا ہے۔ سرناتھ (سیلون) کا مقدس راہب بلوھر اس پریشانی میں ظاہر ہوتا ہے اور یوز آسف کو تمثیلوں میں سمجھاتا ہے۔ وہ اسے انسانی غرور پر زاہدانہ طریق کار کی برتری سمجھا دیتا ہے۔ بلوھر شہرت، دولت، کھانے پینے میں مشغولیت اور جنسی آسائش کی لذتوں کو ٹھکرا دیتا ہے۔ راجہ جائیسر بلوھر کا مخالف ہو جاتا ہے اور یوز آسف کی تبدیلی مذہب کا برا مناتا ہے۔ راکس نجومی اور تارک الدنیا بلوہر کی کوششوں سے مذہب کے موضوع پر تنقیدی بحث میں جائیسر قائل ہو جاتا ہے۔ یوز آسف اپنی سلطنت شاہی کو ٹھکرا دیتا ہے اور تبلیغی سفروں پر نکل جاتا ہے۔ بہت سی مہموں کے بعد وہ ''کسی نار'' کشمیر پہنچتا ہے جہاں وہ اپنے چیلے (آنندا) ابابودھ کو اپنے مذہب کا مستقبل سونپ کر مرجاتا ہے۔[۹]

یہ حوالہ کسی بھی طور حضرت عیسیٰؑ کے متعلق نہیں بلکہ یہ ایک ہندوستانی شہزادے بدھ (یوز آسف) کے متعلق ہے جنہوں نے کسینارا (گھوکھپور۔ کرشن نگر ہندوستان) میں وفات پائی اور ان کا چیلا ابابودھ (آنندا) تھا۔ شیعہ عالم ابن بابویہ کی ''اکمال الدین'' (دسویں صدی عیسوی) اور علامہ مجلسی کی ''عین الحیات'' میں بھی یہی واقعہ مذکور ہے۔ البتہ اتنا اضافہ ہے کہ یوز آسف نے ایک معبد بدھ سٹوپا تعمیر کیا تھا جس میں اسے دفنایا گیا۔ تمام معتبر عرب ماخذوں اور تاریخی کتابوں مثلاً مسعودی کی ''مروج الذہب'' (۹۵۶ء)۔ (المسعودی۔ ''مروج الذہب۔'' برہمش۔ نفح الطیب''۔ مصر۔ جلد نمبر۲۔ صفحہ نمبر ۱۳۸) ابن الندیم کی ''الفہرست'' (۹۸۸ء)۔ ابن الندیم۔ الفہرست۔ مصر۔ صفحہ نمبر ۴۸۶) بلاذرے کی ''فرق بین الفارق''، ۱۰۲۳ء)۔ (انسائیکلو پیڈیا آف اسلام'' صفحہ نمبر ۱۲۱۵ء) اور الخوارزمی کی ''مفاتح العلوم'' (الخوارزمی۔ ''مفاتح'' صفحہ نمبر ۳۰۶) میں بدھا کے نام کو عربی میں تبدیل کر کے یوز آسف یا یوز آسب بتایا گیا ہے۔ اسے ایک ہندوستانی شہزادہ قرار دیا گیا ہے جسے خدا نے راستی کے پرچار کے لیے بھیجا اس کی جائے تدفین ہندوستان میں ''کرشن نگر'' گورکپور ہے۔ لفظ کرشن نگر کو عربی میں تبدیل کر کے قشمیر یا کشمیر لکھا گیا ہے۔ بعد میں آنے والے کشمیری مورخین نے اسے وادی کشمیر کا نام دے دیا۔ کشمیر کے مسلمان مورخین نے شاید یہ کہانی اپنے ماخذوں سے لی ہے۔ تاہم کسی نے بھی ''یوز آسف'' کو عیسیٰ علیہ السلام کہنے کی جرأت نہیں کی۔ تاریخ ہند کے کچھ نیم تاریخی ماخذوں میں، جو زیادہ تر سولہویں صدی کے ہیں، یہ کہا گیا ہے کہ یوز آسف کو ماضی بعید میں کشمیر میں مبعوث کیا گیا۔ تاہم تاریخ ہندوستان یا کشمیر کا کوئی بھی مستند ماخذ یہ نہیں ثابت کرتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کشمیر آئے ہوں۔[۱۰]

خواجہ نذیر احمد نے ملا نادری کی کتاب ''تاریخ کشمیر'' سے ایک پیراگرف لے کر حضرت عیسیٰؑ کے ہندوستان

---

۹ ''انسائیکلوپیڈیا آف اسلام'' صفحہ نمبر ۱۲۱۵ ۱۰ دیکھئے خواجہ محمد اعظم ''تاریخ اعظمی'' صابر الیکٹرانک پریس لاہور صفحہ نمبر ۸۷

آنے کے افسانوں کے دعوے کا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ [۱۱]

ملا نادری کشمیر کے راجہ زین العابدین (جسے عموماً بدشاہ کہا جاتا تھا) کے دربار میں مذہبی عالم تھے۔ کشمیر کی تاریخ میں اس کا ذکر ہے کہ ملا نے تاریخ کشمیر تالیف کی مگر کسی نے اس کی موجودگی کی تصدیق نہیں کی۔ یہ ایک معدوم دستاویز ہے۔ خواجہ نے یہ دعوٰی کیا ہے کہ اس نے ۱۹۴۶ء میں سری نگر میں یہ کتاب دیکھی تھی اور اس کا وہ صفحہ جس میں عیسٰیؑ کی کشمیر آمد کا ذکر ہے اس کی فوٹو کاپی حاصل کر لی تھی۔ اس نے جی ایم محی الدین وانچو سے یہ کتاب لی جس کی یہ ملکیت تھی۔ لیکن وہ اسے خرید نہ سکا۔ وہ اسے اچھی قیمت پر فروخت کرنا چاہتا تھا۔ متعدد گزارشات اور دعووں کے باوجود قادیانی مصنفین اصل مسودہ دکھانے کے قابل نہیں ہو سکے تاکہ مورخوں کو اس کی اصل حقیقت سے آگاہ کر سکیں۔ یہ محض ایک احمدی دھوکہ ہے۔ [۱۲]

مرزا صاحب کی دریافت سے پہلے ایک اہم کشمیری مورخ حسن شاہ نے لکھا ہے کہ محلہ خانیار سری نگر میں خواجہ نصیر الدین کے مقبرے سے ملحق یوز آسف کا مقبرہ ہے جو زین العابدین کے دورِ حکومت (۱۵ویں صدی عیسوی) میں مصر کے سفیر کی حیثیت سے کشمیر آیا۔ [۱۳]

وہ فوت ہو گیا اور کشمیر میں دفن ہوا۔ اس کا مقبرہ پندرھویں صدی عیسوی میں تعمیر کیا گیا۔ آثار قدیمہ اور تاریخی شواہد خصوصاً تختِ سلیمان پر کندہ تحریریں اور فارسی رسم الخط (خطِ ثلث) محلہ خانیار سری نگر میں واقع اس مقبرے کے بارے میں تمام قادیانی دعووں کو مکمل طور پر رد کرتے ہیں۔

یہ جاننا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ یوز آسف اور بلوہر کی کہانی جب یورپ پہنچی تو اس نے عیسائی فرضی کردار برلام اور یوسفات کے لیے نمونہ کا کام دیا۔ انھیں عیسائی راہبوں کا درجہ دیا گیا اور بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ [۱۴]

برلام کی یاد میں پامرلو (سسلی) کے مقام پر ایک کلیسا بھی تعمیر کیا گیا۔ مرزا صاحب نے بھی اس گرجا کی برلام کی یاد میں تعمیر کو تسلیم کیا ہے۔ [۱۵]

---

[۱۱] خواجہ نذیر احمد۔ صفحہ نمبر ۴۳۴ [۱۲] ماہانہ "البلاغ" کراچی دسمبر ۱۹۷۳ء

[۱۳] پیرزادہ حسن شاہ "تاریخ حسن" کوہ نور پریس سری نگر۔ ۱۹۶۵ء۔ صفحہ نمبر ۵۰۔ (یہ کتاب ۱۸۸۹ء میں تالیف ہوئی اور اس وقت تک مرزا صاحب نے یہ دعوٰی نہیں کیا تھا) مزید دیکھیں مفتی شاہ سخاوت "تحقیقات یوز آسف" سری نگر اور قاضی ظہور الحسن فاطمی "نگارستان کشمیر" سری نگر۔ ۱۹۴۱ء

[۱۴] کے ایس میکڈ انلڈ "برلام اور یوسفات کی کہانی" تھیکر اینڈ سپنک کمپنی کلکتہ ۱۹۸۵ء مزید دیکھئے "انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجنز اور آتھکس" "برلام اور یوسفات" [۱۵] مرزا غلام احمد "تحفہ گولڑویہ" قادیان ۱۹۰۰ء۔ صفحہ نمبر ۱۴

یہ امر حیران کن ہے کہ یورپ کے ابتدائی ازمنہ وسطیٰ میں برلام اور یوسیفات کے افسانوی کردار بار بار یونانی، لاطینی، پرانسی، اطالوی، ولندیزی، قطلانی، ہسپانوی، انگریزی اور جرمنی زبانوں میں سامنے آتے ہیں۔ یہ کہانی مشرق وسطیٰ، عیسائی شمالی افریقہ اور روس کے صوبے جارجیا میں زبان زد عام رہی ہے اس کے عیسائی پس منظر سے حبشی، آرمینی، کلیسائی، سلووینی اور رومانیائی تراجم کے ساتھ اور غیر عیسائی تراجم عربی اور عبرانی میں بھی تھے۔ کیا وجہ ہے کہ یہ قصہ اور اس کے ادبی تراجم اتنے مقبول ہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ناول یا رومانی تحریر شروع سے ہی ناصحانہ اور تفریحی شعری شکل میں تھی جس میں پنہاں بدیشی مذہب میں تبلیغ تھی۔ یہ ایک پرخیال مہم جویانہ کہانی تھی اور ایک تبدیلی مذہب کی داستان جو ہمیشہ کے لیے روحانی استفادے، رنگینی، تجسس، جوش اور دلچسپ قصے کی خصوصیات سے بھرپور ہوتی ہے۔ اس وسیع و عریض بیان کی ساخت ایسی تھی جس میں اضافہ وتفریق، فلسفیانہ مباحثہ، مذہبی پند ونصائح اور شاعرانہ عمدگی، کہاوتی اشعار، تشبیہات اور تماثیل موجود تھیں۔ اس نے قرون وسطیٰ کے تمام طبقات کو چاہے زیادہ پڑھے لکھے ہوں یا کم پڑھے لکھے یکساں طور پر سامان تفریح مہیا کیا۔ برلام اور یوزآسف کی کہانی دنیائے ادب کے ایک اعلیٰ نمونے کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔[۱۶]

ڈی ایم لانگ نے اپنی کتاب ''بلوہر کی دانش بدھا کی ایک عیسائی داستان'' میں لکھا ہے کہ یوزآسف کی ساری احمد یہ کہانی کی بنیاد برلام اور یوسفات کے قصے پر مبنی ہے جو عربی ترجمہ سے ماخوذ ہے اور بدھ کی داستان ہے۔[۱۷] (جاری ہے)

☆

بقیہ : مولانا حسین احمد مدنیؒ

اس جلسہ کی صدارت کون صاحب فرمائیں گے :

مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری انفاس قدسیہ میں تحریر فرماتے ہیں: (حضرت کے) وصال سے کچھ عرصہ قبل راقم الحروف نے خواب دیکھا کہ مدینہ منورہ حاضر ہوں حضور اقدس ﷺ کے مزار مقدس کے قریب ایک تخت بچھا ہوا ہے اور اس کے گرد بہت سے اولیاء اللہ موجود ہیں کچھ بیٹھے ہوئے ہیں اور کچھ کھڑے ہیں جیسے کسی کے منتظر ہوں۔ میں نے ان میں سے کسی صاحب سے دریافت کیا کہ اس جلسہ کی صدارت کون صاحب فرمائیں گے؟ تو مجمع ہی میں سے کوئی صاحب بولے کہ مولانا حسین احمد صاحب مدنی اس جلسہ کی صدارت فرمائیں گے ان ہی کا انتظار ہے۔ (جاری ہے)

☆

[۱۶] سیکر ایڈ، اے۔ شلز ''دو عیسائی اولیاء؟'' ہندوستانی بین الاقوامی مرکز سہ ماہی۔ جلد نمبر ۸، شمارہ نمبر ۲۔ ۱۹۸۱ء

[۱۷] ڈاکٹر ڈیوڈ مارشل لینگ ''بلوہر کی دانش۔ بدھا کی ایک عیسائی داستان'' لندن ۱۹۵۷ء۔ صفحہ نمبر ۱۲۹۔ (مزید دیکھئے ''ریو آف ریلیجنز'' ربوہ فروری ۱۹۷۸ء [illegible])

مسجد حامد کے لیے خصوصی اپیل

رائیونڈ روڈ پر زیر تعمیر مسجد حامد کے ہال کی چھت ڈالنے کا مرحلہ آ گیا ہے۔ لینٹر کے لیے درکار میٹریل کی تفصیل درج ذیل ہے۔ اہل خیر حضرات سے اس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی گزارش ہے۔

لینٹر کا رقبہ = 9050 فٹ

سریا 18 ٹن	3,60,000.00
بجری 4800CFT	85,000.00
ریت 2400CFT	15,000.00
سیمنٹ (700 Bags)	1,75,000.00
الیکٹرک پائپ	25,000.00
دیواریں اور بیم	2,50,000.00
مزدوری	1,30,000.00
	10,40,000.00